واقعۂ کربلا پر مشتمل روایات کا مدنی گلدستہ

سوانح کربلا

تخریج شدہ

مصنف

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی

اس کتاب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے:

- فضائلِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم
- فضائلِ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
- دس محرم الحرام 61ھ کے دلدوز واقعات
- حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت
- شہادت کے بعد کے واقعات

مکتبۃ المدینہ

SC1286

المدینۃ العلمیۃ

واقعۂ کربلا پر مشتمل روایات کا مدنی گلدستہ

سوانحِ کربلا

مصنف

صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی

پیش کش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

(شعبۂ تخریج)

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

الصلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلی اٰلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب : سوانح کربلا

مصنف : صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی

پیش کش : شعبۂ تخریج (مجلس المدینۃ العلمیۃ)

سن طباعت : 16 ذوالحجۃ الحرام ۱۴۲۹ھ، 15 دسمبر 2008ء

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران

پرانی سبزی منڈی باب المدینہ کراچی

قیمت :

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

مکتبۃ المدینہ شہید مسجد کھارادر باب المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ مرکز الاولیاء لاہور

مکتبۃ المدینہ اصغر مال روڈ نزد عید گاہ، راولپنڈی

مکتبۃ المدینہ امین پور بازار، سردار آباد (فیصل آباد)

مکتبۃ المدینہ نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ مدینۃ الاولیاء ملتان

مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ آفندی ٹاون، حیدر آباد

مکتبۃ المدینہ چوک شہیداں میرپور کشمیر

E.mail:ilmia26@yahoo.com

www.dawateislami.net

فہرس

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

''کربلا کے جاں نثاروں کو سلام'' کے بائیس حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ''22 نیّتیں''

فرمانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم: ''اچھی نیّت بندے کو جنّت میں داخل کر دیتی ہے۔''

(الجامع الصغیر، ص ۵۵۷، الحدیث ۹۳۲۶، دار الکتب العلمیة بیروت)

دو مَدَنی پھول: ﴿1﴾ بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
﴿2﴾ جتنی اچھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿1﴾ ہر بار حَمد و ﴿2﴾ صلوٰۃ اور ﴿3﴾ تعوُّذ و ﴿4﴾ تَسمِیہ سے آغاز کروں گا (اسی صَفْحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہوجائے گا) ﴿5﴾ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالَعہ کروں گا ﴿6﴾ حتَّی الامکان اِس کا باوُضو اور ﴿7﴾ قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿8﴾ قرآنی آیات اور ﴿9﴾ اَحادیثِ مبارَکہ کی زِیارت کروں گا ﴿10﴾ جہاں جہاں ''**اللہ**'' کا نام پاک آئے گا وہاں **عَزَّوَجَلَّ** اور ﴿11﴾ جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم پڑھوں گا ﴿12﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) ''یادداشت'' والے صَفْحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا ﴿13﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضَّرورت (یعنی ضرورتاً) خاص خاص مقامات پر انڈر لائن کروں گا ﴿14﴾ کتاب مکمَّل پڑھنے کے لیے بہ نیّتِ حُصولِ علمِ دین روزانہ کم از کم چار صفحات پڑھ کر علمِ دین حاصل کرنے کے ثواب کا حقدار بنوں گا ﴿15﴾ دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا

﴿16﴾اس حدیثِ پاک " تَهَادَوْا تَحَابُّوْا " ایک دوسرے کوتحفہ دوآپس میں محبت بڑھے گی (مؤطا امام مالك ، ج٢،ص٤٠٧، رقم: ١٧٣١،دارالمعرفة بيروت) پرعمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق تعداد میں) یہ کتابیں خرید کر دوسروں کوتحفۃً دوں گا ﴿17﴾جن کو دوں گا حتَّی الامکان انہیں یہ ہَدَف بھی دوں گا کہ آپ اِتنے (مَثَلاً 41) دن کے اندراندر مکمّل پڑھ لیجیے ﴿18﴾اس کتاب کے مطالَعے کا ساری اُمّت کوایصالِ ثواب کروں گا ﴿19﴾اس روایت "عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ یعنی نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔"(حلية الاولياء،حديث: ١٠٧٥٠،ج٧،ص٣٣٥،دارالكتب العلمية بيروت) پر عمل کرتے ہوئے اس کتاب میں دیئے گئے بُزُرگانِ دین کے واقِعات دوسروں کو سنا کر ذکرِ صالحین کی بَرَکتیں لُوٹوں گا ﴿20﴾شہدائے کربلا کی یاد میں ان کے ایصال ثواب کے لئے مدنی قافلے میں سفر کروں گا۔ ﴿21﴾ہر سال ماہ محرم الحرام سے قبل ایک بار یہ کتاب پوری پڑھا کروں گا ﴿22﴾کتابت وغیرہ میں شَرعی غَلَطی ملی تو ناشرین کوتحریری طور پر مُطَّلع کروں گا۔(ناشرین ومصنّف وغیرہ کوکتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)

اچھی اچھی نیّتوں سے متعلق رَہنمائی کیلئے، امیرِ اہلسنّت دامت بَرَکاتُہُم العالیہ کا سنّتوں بھرا بیان "نیّت کا پھل" اور نیتوں سے متعلق آپ کے مُرتّب کردہ کارڈ اور پمفلٹ مکتبۃ المدینہ کی کسی بھی شاخ سے ھدیّۃً طلب فرمائیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

المدينة العلمية

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ
مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار** قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ علٰی اِحسَانِہٖ وَ بِفَضلِ رَسُوْلِہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحُسنِ خوبی سر انجام دینے کے لئے متعدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس **''المدينة العلمية''** بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتبِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (۲) شعبۂ درسی کُتُب
(۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب (۴) شعبۂ تراجمِ کتب
(۵) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''المدينة العلمية'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین و مِلّت، حامیٔ

سنّت ، ماحئ بدعت ، عالمِ شَرِیعت ، پیرِ طریقت ، باعثِ خَیر و بَرَکت ، حضرتِ علاّمہ مولیٰنا الحاج الحافِظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوسع سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔

تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی ، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزوجل ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالس بَشُمُول ''**المدینة العلمیة** '' کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت ، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم



رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیش لفظ

راہِ خداعزوجل میں ہمارے اَسلاف کرام اور بزرگانِ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیش کردہ قربانیوں کے سبب ہی آج دینِ اسلام کا یہ چمنستان سرسبز وشاداب ہے ان نفوس قدسیہ کو پیش آنے والے مصائب وآلام کا تذکرہ بڑا دل سوز وجاں گداز ہے بالخصوص میدانِ کربلا میں اہلِ بیت اَطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو مصیبتیں جھیلیں ان کا تو تصور ہی دل دہلا دیتا ہے۔ جفا کار وستم شعار کوفیوں نے جس بے مروتی اور بے دینی کا مظاہرہ کیا تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ خود ہی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدہا درخواستیں بھیج کر کوفہ آنے کی دعوت دی اور جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی زمین کو شرف قدم بوسی عطا فرمایا تو بجائے استقبال کرنے کے وہ آپ کے خون کے پیاسے ہوگئے مسلح لشکر لیکر آپ کے سدِراہ ہوئے نہ شہر میں داخل ہونے دیا نہ ہی وطن واپس لوٹ جانے پر راضی ہوئے، حسینی قافلہ کو ریگزار کربلا میں اقامت پذیر ہونا پڑا، کور باطنوں نے فرات کا آبِ رواں خاندانِ رسالت پر بند کردیا۔ اہل بیت کے ننھے ننھے حقیقی مدنی منے تشنہ لب ایک ایک قطرہ کے لئے تڑپ رہے تھے، چھوٹے چھوٹے بچے اور باپردہ بیبیاں سب بھوک و پیاس سے بیتاب وناتواں ہوگئے تھے۔ تیز دھوپ، گرم ریت، گرم ہوائیں، اور بے وطنی کا احساس الگ دامن گیر ہے۔ اُدھر بائیس ہزار کا لشکر جرار تیغ وسنان سے مسلح درپئے آزار اور اپنے ہنر آزمانے کا طلب گار ہے مگر بھوک پیاس کی شدت کے باوجود فرزندان آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسی بہادری اور جواں مردی کا مظاہرہ کیا کہ اعدا انگشت بدنداں رہ گئے، کئی کئی یزیدیوں کو ہلاک کرنے کے بعد خاندانِ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نونہال دادِ شجاعت دیتے یکے بعد دیگرے شہادت سے سرفراز ہوتے

گئے۔عزیز واقارب، دوست واحباب، خدام وموالی، دلبند وجگر پیوند سب نے آئین وفا ادا کر کے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی جانیں فدا کر دیں اور اب سید انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ نظر، فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا لختِ جگر بےکسی وبھوک پیاس کی حالت میں آل واصحاب کی مُفارَقت کا زخم دل پر لئے ہوئے شمشیر بکف ہوگیا اور اس کمال مہارت وہنر مندی سے مقابلہ کیا کہ بڑے بڑے ناموران صف شکن کے خون سے کربلا کے تشنہ ریگستان کو سیراب فرمادیا اور نعشوں کے انبار لگادیئے، ناموران کوفہ کی جماعتیں ایک حجازی جوان کے ہاتھ سے جان نہ بچاسکیں، بالآخر تیر اندازوں کی جماعتیں ہر طرف سے گھر آئیں امام تشنہ کام کو گرداب بلا میں گھیر کر تیر برسانے شروع کردیئے، تیروں کی بوچھاڑ میں نورانی جسم زخموں سے چکنا چور اور لہولہان ہوگیا، ایک تیر پیشانی اقدس پر لگا اور آپ گھوڑے سے نیچے تشریف لے آئے، ظالموں نے نیزوں پر رکھ لیا اور آپ شربت شہادت سے سیراب ہوگئے۔

اس معرکۂ ظلم وستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہوجاتے اور سرِ نیاز جھکا دیتا مگر فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مصائب کا ہجوم اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکا اور ان کے عزم واستقلال میں فرق نہ آیا، حق وصداقت کا حامی مصیبتوں کی بھیانک گھٹاؤں سے نہ ڈرا اور طوفانِ بلا کے سیلاب سے اس کے پائے ثبات میں جنبش بھی نہ ہوئی۔ راہِ حق میں پہنچنے والی مصیبتوں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا، اپنا گھر لٹانا اور اپنے خون بہانا منظور کیا مگر اسلام کی عزت میں فرق آنا برداشت نہ ہوسکا۔ سروتن کو خاک میں ملا کر اپنے جدکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی حقانیت کی عملی شہادت دی اور ریگستانِ کوفہ کے ورق پر صدق وامانت پر جان قربان کرنے کے نقوش ثبت فرمائے۔

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے　　جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلِ بیت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! واقعہ کربلا اکسٹھ ہجری ماہ محرم الحرام میں پیش آیا، آج کئی صدیاں گزر جانے کے باوجود اس کی یاد دلوں میں تر وتازہ ہے، اسلامی تاریخ کے اوراق پر شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کارنامے سنہری حروف میں کندہ ہیں۔ ان کی شان وسیرت کے بیان میں آج بھی تُزُک واحتشام سے محافل ومجالس منعقد کی جاتی ہیں شہیدانِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شاندار اور بے مثال قربانیوں کا تذکرہ سن کر دلوں پر سوز کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ان حضرات کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں اور مختلف انداز میں ان سے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

پیارے اسلامی بھائیو! بلاشبہ کربلا والوں کی یاد منانا، ان کے ایصالِ ثواب کی خاطر کھچڑا اور دیگر کھانے پکانا، پانی کی سبیلیں قائم کرنا اور ذکرِ شہادت ومناقبِ اہلِ بیت کی محفلیں منعقد کرنا جائز اور مستحسن ہے مگر ہمیں ان کی سیرتِ مبارکہ پر بھی عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کی خاطر اتنی اتنی مصیبتیں برداشت کیں اور زبان تو کُجا، دِل میں بھی شکوہ وشکایت کو پناہ نہ دی اور ہم ہیں کہ ذراسی مشکل آئے یا معمولی سی پریشانی لاحق ہو، شکووں کے اَنبار لگا دیتے ہیں۔ یاد رکھیے! مسلمان پر امتحان ضرور آتا ہے، کبھی بیماری کی صورت میں تو کبھی بیروزگاری کی شکل میں، کبھی اولاد کے سبب تو کبھی ہمسایوں کے ذریعے، کبھی اپنوں کی وجہ سے تو کبھی بیگانوں کے ذریعے۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ امتحان کے لئے تیار رہے اس سے جی نہ چرائے اور ہرگز ہرگز حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے۔ جس طرح ثابت قدمی اور خوش دلی سے سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام مصائب کا مردانہ وار سامنا کیا اس کا تصور کر کے ہمیں بھی مصیبتوں پر صبر کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جس طرح اسلام کی

سر بلندی اور حق کی برتری کے لیے آپ نے اپنے وطن مدینہ طیبہ سے کربلا کا سفر اختیار کیا اسکی یاد میں ہمیں بھی چاہیے کہ اسلام کی اشاعت اور نیکی کی دعوت دینے کے لیے راہِ خدا عزوجل میں سفر اختیار کریں بلکہ ہو سکے تو دعوتِ اسلامی کے سنتوں کی تربیت کے مدنی قافلوں میں سفر کو اپنا معمول بنالیں ان شآء اللہ عزوجل اسکی برکت سے ہمارے دلوں میں بزرگانِ دین اور اَسلاف کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت مزید پختہ اور ان کی قربانیوں کی اہمیت بھی اجاگر ہوگی۔

الحمد للہ! عزوجل تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' کی مجلس ''المدينة العلمية'' نے اَکابرین و بزرگانِ اہلِ سنت کی مایہ ناز کتب کو حتی المقدور جدید انداز میں شائع کرنے کا عزم کیا ہے لہٰذا واقعۂ کربلا سے متعلق برادرِ اعلیٰ حضرت، استاذِ زمن، شہنشاہِ سخن حضرت علامہ مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ اللہ المنان کی منفرد کتاب ''آئینہ قیامت'' کے بعد اب استاذ العلماء، سند الفضلاء، فخر الاماثل، صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی کی مایہ ناز تصنیف ''سوانح کربلا'' کو بھی دورِ جدید کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

کتاب ہذا ''سوانح کربلا'' میں صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واقعۂ کربلا بڑے پُر سوز انداز میں تحریر فرمایا ہے اور حضرت امام حسین اور آپ کے جاں نثاروں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کو نہایت ہی رقت انگیز انداز میں بیان کیا ہے نیز شہادت کے بعد کے واقعات اور یزید اور یزیدیوں کے انجام بد کا بھی قدرے تفصیل سے تذکرہ فرمایا ہے۔

اس کتاب پر مدنی علمائے کرام دامت فیوضھم کے کام کی تفصیل درج ذیل ہے:

﴿۱﴾ کتاب پر کام شروع کرنے سے پہلے اس کتاب کے مختلف نسخوں میں حتی المقدور

صحیح ترین نسخے کا انتخاب کرنے کی کوشش کی گئی اور الحمدللہ عزوجل ۱۳۷۲ھ کے مطبوعہ ایک قدیم نسخہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کتاب پر کام کیا گیا۔

﴿۲﴾ جدید تقاضوں کے مطابق کمپیوٹر کمپوزنگ جس میں رموزِاَوقاف (فل اسٹاپ، کاماز، کالنز وغیرہ) کا مقدور بھر اہتمام کیا گیا ہے۔

﴿۳﴾ کمپوزشدہ مواد کا اصل سے تقابل تاکہ محذوفات ومکررات وغیرہ جیسی اغلاط نہ رہیں

﴿۴﴾ عربی عبارات، سنِ واقعات اور اَسمائے مقامات ومذکورات کی اصل مآخذ سے تطبیق

﴿۵﴾ آیاتِ قرآنیہ، اَحادیث وروایات وغیرہا کی اصل مآخذ سے حتی المقدور تخریج وتطبیق

﴿۶﴾ حوالہ جات کی تفتیش تاکہ اغلاط کا امکان کم سے کم ہو۔

﴿۷﴾ اِرتباطِ متن وحواشی یعنی حوالہ جات وغیرہ کو متن سے جدا رکھتے ہوئے اسی صفحہ پر نیچے حاشیہ میں تحریر کیا گیا ہے، نیز مصنف کے حاشیہ کے ساتھ بطورِ امتیاز ۱۲ منہ لکھ دیا ہے۔

اللہ عزوجل کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اِستدعا ہے کہ اس کتاب کو پیش کرنے میں علمائے کرام دامت فیوضہم نے جو محنت وکوشش کی اسے قبول فرما کر انہیں بہترین جزا دے اور انکے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے اور دعوتِ اسلامی کی مجلس "المدینة العلمیة" اور دیگر مجالس کو دن گیارھویں رات بارھویں ترقی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

شعبۂ تخریج مجلس المدینة العلمیة

تعارفِ مصنف

ابتدائی حالات:

مغل تاجدار محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے دورِ حکومت میں ایران کے شہر مشہد سے کچھ اربابِ فضل وکمال (صدرالافاضل کے آباءواجداد) ہندوستان آئے، انہیں بڑی پذیرائی ملی اور گوناں گوں صلاحیتوں کے سبب قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ اسی خانوادے میں حضرت علامہ مولانا معین الدین صاحب نزہتؔ کے گھر مراد آباد (یو. پی) میں ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ مطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء بروز پیر ایک ہونہار سعادت مند بچے کی ولادت ہوئی۔ فیروزمندی اور اقبال کے آثار اس کی پیشانی سے ہُوَیدا تھے وہی بچہ بڑا ہوکر دنیائے سنیت کا عظیم رہنما ہوا اور صدرالافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی کے نام سے جانا پہچانا گیا اور اپنی علمی جاہ وحشمت، شرافت نفس، اتباع شریعت، زہد وتقویٰ، سخن سنجی، حق گوئی، جرأت وبے باکی اور دین حق کی حفاظت کے معاملے میں فقید المثال ٹھہرا۔

ابتدائی تعلیم:

صدرالافاضل علیہ رحمۃ اللہ القادر جب چار سال کے ہوئے تو آپ کے والد گرامی نے انتہائی تُزُک واحتشام اور بڑی دھوم دھام سے ''بسم اللہ خوانی'' کی پاکیزہ رسم ادا فرمائی۔ چند ہی مہینوں میں ناظرہ قرآن پاک کے بعد حفظ قرآن شروع کردیا اور آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اردو ادب اور اردوئے مُعلّٰی میں بھی اچھی خاصی قابلیت حاصل کرلی، چونکہ والد محترم حضرت علامہ مولانا سید محمد معین

الدین نزہتؔ صاحب علم وفضل کے آفتاب، دادا حضرت علامہ مولانا سید محمد امین الدین صاحب راسخؔ فضل وکمال کے نَیَّر تاباں اور پردادا حضرت مولانا کریم الدین صاحب آزادؔ علیہم الرحمۃ استاذ الشعراء وافتخار الادباء تھے لہٰذا ان کی آغوشِ تربیت نے آپ کو تہذیب وادب کا آفتاب تابدار بنا دیا۔

درسِ نظامی:

فارسی اور مُعْتَدبِہٖ حصہ تک عربی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل فرمائی اور متوسطات تک علوم درسیہ کی تکمیل حضرت مولانا حکیم فضل احمد صاحب سے کی اس کے بعد خود حضرت مولانا حکیم فضل احمد صاحب حضور صدر الافاضل کو لے کر قُدْوَۃُ الفضلاء، زُبْدَۃُ العلماء حضرت علامہ مولانا سید محمد گل صاحب کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مہتمم مدرسہ امدادیہ مراد آباد کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! صاحب زادے انتہائی ذکی وفہیم ہیں، ملا حسن تک پڑھ چکے ہیں، میری دلی خواہش ہے کہ بقیہ درس نظامی کی تکمیل حضرت کی خدمت میں رہ کر کریں۔ مولانا سید محمد گل صاحب نے حضور صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیشانی پر ایک نظر ڈالی اور اظہار مسرت فرماتے ہوئے آپ کو اپنی صحبت بابرکت میں لے لیا۔

فراغت:

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا سید محمد گل قادری سے منطق، فلسفہ، ریاضی، اُقْلِیْدِس، توقیت وہیئت، جفر، عربی بحروف غیر منقوطہ، تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ بہت سے مروجہ درس نظامی اور غیر درس نظامی علوم وفنون کی اسناد اپنے شفیق استاد سے حاصل فرمائیں اور بہت سے سلاسل احادیث وعلوم اسلامیہ کی سندیں بھی تفویض ہوئیں۔

دستارِ فضیلت:

بہار زندگی کا بیسواں سال تھا مدرسہ مراد آباد دلہن کی طرح سجا ہوا تھا، علماء ومشائخ رونق افروز تھے کہ ایک چمکتا ہوا تاج استاذ محترم نے دستار کی شکل میں اپنے چہیتے تلمیذ خوش تمیز (صدرالافاضل) کے سر پر رکھتے ہوئے ایک تابِنْدَہ ودَرخشندہ سند فراغت ہاتھ میں عطا فرمائی اور اپنے بغل میں مسند تدریس وارشاد پر بٹھا دیا۔ یہ رسم دستارِ فضیلت ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کو ادا ہوئی۔ اسی وقت آپ کے والد گرامی حضرت علامہ مولانا سید محمد معین الدین نزہتؔ صاحب نے بہجت وسرور میں ڈوب کر ایک قطعہ ارشاد فرمایا جس سے مادۂ سن فراغت نکلتا ہے۔ ؎

ہے میرے پسر کو طلباء پر وہ فضیلت سیاروں میں جو رکھتا ہے مِرّیخ فضیلت
نزہتؔ نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنا دے دستارِ فضیلت کی ہے تاریخ ''فضیلت''

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی زیارت:

حضرت صدرالافاضل خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے، آپ کی قابلیت کے سبب بعد فراغت ہی کئی علوم وفنون میں آپ کی بالا دستی اور علم وفضل کی شہرت ہونے لگی۔ دریں اثنا جودھ پور کے ایک بدعقیدہ دَرِیْدَہ دہن وگستاخ قلم مولوی جو سنی علماء کے مضامین کے رد میں مقالے لکھا کرتا اور اپنے خُبثِ باطن کا اظہار کرتا، اس نے اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے خلاف ایک نہایت نامعقول ورذیل مضمون لکھ کر اخبار ''نظام الملک'' میں شائع کروادیا۔ چنانچہ ضَیغَم صحرائے ملت، استاذ العلماء، سند الفضلاء، حضور سیدی صدرالافاضل نے اس قسمت کے مارے، خباثت کے

ہرکارے جودھ پوری مولوی کی تحریر کا نہایت شوخ وطَرح دار، دندان شکن اور مُسکِت رد لکھا اور اسی اخبار ''نظام الملک'' میں شائع کروا کر منہ توڑ جواب دیا۔ امام اہل سنت کی خدمت بابرکت میں صدرالافاضل کے اس جرأت مندانہ اقدام کے بارے میں عرض کیا گیا اور نظام الملک اخبار بھی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جسے آپ نے ملاحظہ فرما کر صدرالافاضل کی قابلیت کی تعریف فرمائی اور آپ کے بریلی تشریف لانے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ طلب اعلیٰ حضرت پر حضرت صدرالافاضل امام اہل سنت کی بارگاہِ فیض رساں میں حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے اہل سنت کے موقف کی تائید پر آپ کو بے پناہ دعاؤں اور انتہائی محبت وشفقت سے نوازا۔ اس کے بعد صدرالافاضل کو آستانہ اعلیٰ حضرت سے ایک خاص قلبی لگاؤ ہوگیا اور وقتاً فوقتاً آپ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کرتے بلکہ جب بھی آپ مرادآباد میں ہوتے خصوصیت کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں ہر پیر اور جمعرات کو حاضری کی سعادت سے بہرہ مند ہوتے۔

سندِ فراغت پانے کے بعد آپ نے علمِ غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر ایک جامع اور مدلل کتاب '' الکلمة العلیاء لاعلاء علم المصطفٰی '' تحریر فرمائی جس کا منکرین آج تک جواب نہ لکھ سکے اور ان شاء اللہ عزوجل قیامت تک نہ لکھ سکیں گے، جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت بابرکت میں یہ کتاب پیش کی گئی تو آپ نے بنظرِ عَمیق مطالعہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: ماشآء اللہ بڑی کارآمد اور عمدہ کتاب ہے، عبارت شگفتہ، مضامین دلائل سے بھرے ہوئے، یہ نوعمری اور اتنے احسن براہین کے ساتھ اتنی بلند پایہ کتاب مولانا موصوف کے ہونہار ہونے پر دال ہے۔ بہر حال اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صدرالافاضل کا رشتہ محبت ومُوَدَّت اس قدر مضبوط ہوگیا کہ آپ کو اعلیٰ حضرت

نے اپنا معتمد اور اپنے بعض کاموں کا مختار بنا دیا اور جہاں فاضل بریلوی اپنی شرعی ذمہ داریوں کی وجہ سے خود شرکت نہ فرماتے وہاں صدر الافاضل آپ کی نمائندگی فرماتے۔

بیعت وخلافت:

حضرت شیخ شاہ جی محمد شیر میاں جو اپنے وقت کے ولی کامل اور قطب عصر تھے ان کی خدمت میں صدر الافاضل بڑی ارادت وعقیدت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ شاہ جی کے ارشاد پر اپنے ہی استاذ گرامی حضرت مولانا سید محمد گل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ حضرت نے اپنے لائق وفائق تلمیذ رشید کو چاروں سلسلوں اور جملہ اوراد ووظائف کی اجازت عطا فرما کر ماذون ومجاز بنا دیا۔ اس کے بعد غوث وقت قطب دوراں، شیخ المشائخ حضرت شاہ سید علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھوچھوی نے بھی خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت شیخ المشائخ کی شان میں ایک منقبت بھی لکھی ہے جس کا ایک شعر یوں ہے ؎

راز وحدت کھلے نعیم الدین اشرفی کا یہ فیض ہے تجھ پر

درس وتدریس:

حضور صدر الافاضل اپنی مختلف دینی، علمی، تبلیغی، تحقیقی وتصنیفی مصروفیات اور مناظرہ ومقابلہ اور فِرَقِ باطلہ کے رد وابطال جیسی سرگرمیوں کے باوجود تاحیات درس وتدریس سے وابستہ رہے۔ آپ کا طرزِ تدریس بڑا دلچسپ ومنفرد تھا افہام وتفہیم میں آپ یکتائے روزگار تھے جس کی بدولت اسباق طلبا کے دل ودماغ پر پوری طرح نقش ہو جاتے۔

تدریس کا انداز:

دورانِ تدریس سبق سے متعلق پرمغز اور مدلل تقریر زبانی فرماتے اور جس طرح گہرائی اور اشارات و مالہ و ماعلیہ سے وضاحت فرماتے اس سے یوں معلوم ہوتا جیسے خود ہی مصنف ہیں۔ تدریس میں آپ کی بے مثال مہارت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری حضرت مولانا مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں کہ ''میں نے مدرس دو ہی دیکھے ہیں ایک صدر الشریعہ اور دوسرے صدر الافاضل، فرق صرف اتنا تھا کہ صدر الشریعہ اس شعبے سے زیادہ وابستہ رہے اور صدر الافاضل ذرا کم۔''

وظیفۂ تدریس سے استغناء:

دنیا بھر کے مدرسین عموماً تنخواہ دار ہوتے ہیں اور اپنی صلاحیتوں اور مناصب کے اعتبار سے مشاہرہ پاتے ہیں لیکن صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کبھی ایک پیسہ تنخواہ نہیں لی اور اتنا بڑا مدرسہ جامعہ نعیمیہ بطور خود چلاتے تھے۔ طَلَبَہ کے خورد و نوش اور مدرسین کی تنخواہ آپ ادا کرتے تھے۔

علم طب کی تحصیل:

حضور صدر الافاضل نے علم طب حکیم حاذق نَبَّاض دوراں حضرت مولانا حکیم فیض احمد صاحب امروہوی سے حاصل کیا جس طرح سے آپ کو علوم منقولیہ و علوم معقولیہ میں ہم عصر علماء میں تَفَوُّق و برتری حاصل تھی اسی طرح میدان طب میں بھی آپ کمال مہارت رکھتے تھے عموماً مریض کا چہرہ دیکھ کر ہی مرض پکڑ لیا کرتے تھے نَبَّاضی میں بین

الحکماء یکتائے زمانہ تھے مفردات ادویہ کے خواص از بر تھے مرکبات میں بھی خاصی صلاحیتوں کے مالک تھے جامعہ نعیمیہ سے فارغ ہونے والے بہت سے علماء نے آپ سے علم طب بھی حاصل کیا۔آپ کا جو وقت تبلیغ و تدریس سے بچتا تھا اس میں آپ طب و حکمت کے ذریعہ خدمت خلق فی سبیل اللہ فرمایا کرتے تھے۔

تقریر و مناظرہ:

حضرت صدر الافاضل کو تفسیر، حدیث، علم کلام، فقہ و اصول، ہیئت و ریاضی، نجوم، علم التوقیت و علم الفرائض اور دیگر علوم و فنون کے علاوہ فن تقریر و مناظرہ میں بھی مہارت حاصل تھی۔آپ اپنے وقت کے تقریباً تمام فِرَقِ باطلہ سے نبرد آزما رہے، ایک سے بڑھ کر ایک مناظر آپ کے مقابل آیا لیکن ہمیشہ میدان آپ کے ہاتھ رہا۔آپ کا انداز اور طرز استدلال بالکل واضح اور روشن ہوتا، مُغْلَقات و مُعْضِلات اور طویل ابحاث کو مختصر مگر جامع الفاظ میں نہایت وضاحت سے بیان کرتے۔جو دلائل و حجج قائم فرماتے کسی کو اتنی طاقت نہ ہوتی کہ توڑ سکتا مخالف ایڑی چوٹی کا زور لگا تا لیکن ناممکن تھا کہ جو گرفت فرمائی تھی اس سے گُلُو خلاصی پا سکتا یا وہ گرفت نرم پڑ جاتی، مخالف غضب و عناد میں انگلیاں چباتے مگر کچھ نہ کر سکتے۔صدر الافاضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ صفت تو آپ کا خاصہ تھی کہ دوران گفتگو کبھی بھی کسی کے ساتھ ناشائستہ و غیر مہذب کلمات زبان مبارک پر نہ لاتے مقابل کی تَضْحِیک و تحمیق کا شائبہ تک آپ کی بحث و استدلال میں نہ ملتا۔

بسا اوقات مناظرے کا کام اپنے تلامذہ سے بھی لیا کرتے چنانچہ مقابل کے علمی معیار کا اندازہ لگا کر موضوع مناظرہ کے متعلق تلامذہ کو پہلی ہی گفتگو میں جواب اور جواب الجواب تلقین فرما دیا کرتے تھے اور بتا دیتے کہ مخالف یہ جواب دے گا اس

کا یہ جواب ہوگا۔لہٰذا ایسا ہی ہوتا اور آپ کے شاگرد بھی فتحیاب ہوکر لوٹتے۔

دارالافتاء:

حضور صدرالافاضل اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود دارالافتاء بھی بڑی خوبی اور باقاعدگی کے ساتھ چلاتے، ہندو بیرون ہند نیز مرادآباد کے اطراف واکناف سے بے شمار اِستِفتا اور استفسارات آتے اور تمام جوابات آپ خود عنایت فرماتے بفضلہٖ تعالیٰ فقہی جزئیات اس قدر مستحضر تھے کہ جوابات لکھنے کے لیے کُتُبِہائے فقہ کی طرف مراجعت کی ضرورت بہت ہی کم پیش آتی۔

شہزادۂ صدرالافاضل حضور رہنمائے ملت حضرت علامہ سید اختصاص الدین علیہ رحمۃ اللہ المبین فرمایا کرتے تھے کہ میراث وفرائض کے فتوے کثرت سے آتے مگر حضرت کو جواب لکھنے کے لیے کتاب دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا آج تو ایک بَطن دو بَطن چار بَطن کے فتوے اگر دارالافتاء میں آجائیں تو گھنٹوں کتابیں دیکھی جاتی ہیں تب کہیں جاکر فتوے کا جواب لکھا جاتا ہے اور وہ بھی کبھی ایک مفتی دوسرے مفتی کے فتوے کو مسترد کردیتا ہے مگر حضرت صدرالافاضل کا یہ حال تھا کہ بیس بیس اکیس اکیس بطون کے فتوے بھی دارالافتاء میں آگئے مگر حضرت قلم برداشتہ بغیر کتاب دیکھے جواب تحریر فرمادیتے تھے البتہ انگلیوں پر کچھ شمار کرتے ضرور دیکھا جاتا اور آپ کے فتوے کے اِستِرداد کی کبھی نوبت نہیں آئی۔

خوش نویسی:

آپکی خطاطی ایسی عمدہ اور قواعد کے مطابق تھی کہ سینکڑوں خوش نویس اس فن میں آپکے شاگرد ہیں مزید برآں آپ خط کے ساتوں طرز تحریر میں بے مثال کمال رکھتے تھے حتی کہ ہر ایک رسم الخط کو بائیں ہاتھ سے معکوس بآسانی نہایت خوش خط تحریر فرماسکتے تھے۔

جامعہ نعیمیہ مراد آباد کا قیام:

حضور صدر الافاضل نے ۱۳۲۸ھ میں ارادہ فرمایا کہ ایک ایسا مدرسہ قائم کرنا چاہیے جس میں معقول ومنقول کی معیاری تعلیم ہو چنانچہ آپ نے سب سے پہلے ایک انجمن بنائی جس کے ناظم آپ اور صدر حکیم حافظ نواب حامی الدین احمد صاحب مراد آبادی ہوئے۔اس انجمن کے تحت ایک مدرسہ قائم فرمایا جس کو مدرسہ اہل سنت کہا جاتا تھا جب نواب صاحب اوران کے رفقاء وہمنواؤں کا انتقال ہوگیا تو انجمن خود بخود ختم ہوگئی اب مدرسہ آپ کی طرف منسوب کیا جانے لگا اور وہ مدرسہ نعیمیہ کے نام سے مشہور ہوا پھر جب اس کے فارغ التحصیل طلباء وعلماء نے اطراف واکناف اور ملک میں پھیل کر اپنے اپنے مقامات پر مدرسے قائم کیے اوران کا الحاق مراد آباد کے مرکزی مدرسہ نعیمیہ سے کیا اور ملک کے دیگر مدارس اہل سنت میں سے بیشتر اسی مدرسہ سے ملحق ومنسلک ہوگئے تو لازمی طور پر اب اس مدرسہ کی حیثیت رائج الوقت زبان میں یونیورسٹی اور قدیم زبان میں ''جامعہ'' کی ہوگئی۔چنانچہ ۱۳۵۲ھ میں اس مدرسہ کا نام ''جامعہ نعیمیہ'' رکھا گیا اور آج تک اسی نام سے قائم ومشہور ہے۔

جامعہ نعیمیہ کے علاوہ بھی آپ نے کئی دینی خدمات سرانجام دیں،اعلیٰ درجہ کا برقی پریس لگایا،ایک ماہنامہ ''السواد الاعظم'' جاری کیا جو مدتوں شان سے جاری رہا،کافی تعداد میں دینی ومذہبی کتابیں اعلیٰ معیار طباعت کے ساتھ شائع فرمائیں،کئی کئی آل انڈیا کانفرنسیں منعقد فرمائیں روزانہ کے شاہانہ اخراجات مزید برآں،مگر آپ کو چندہ کی اپیل کرتے دست طلب پھیلاتے اور لفظ سوال منہ سے نکالتے نہیں دیکھا گیا اور سارے اخراجات اپنے بٹوے سے ہی پورے فرماتے تھے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ لوگ از

خود حضرت کا ہاتھ نہیں بٹاتے تھے لیکن آپ نے کبھی مانگا نہیں۔

تصنیفات وتالیفات:

دینی وملی، سیاسی وسماجی، تدریسی اور تبلیغی خدمات کے باوجود حضور صدر الافاضل نے تقریباً دو درجن کتابیں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔

﴿۱﴾ تفسیر خزائن العرفان

﴿۲﴾ نعیم البیان فی تفسیر القرآن

﴿۳﴾ الکلمة العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ

﴿٤﴾ اطیب البیان در رد تقویة الایمان

﴿٥﴾ مظالم نجدیه برمقابر قدسیه

﴿٦﴾ اسواط العذاب علی قوامع القباب

﴿۷﴾ آداب الاخیار

﴿۸﴾ سوانح کربلا

﴿۹﴾ سیرت صحابه رضی اللّٰه تعالٰی عنهم

﴿۱۰﴾ التحقیقات لدفع التلبیسات

﴿۱۱﴾ ارشاد الانام فی محفل لمولود والقیام

﴿۱۲﴾ کتاب العقائد

﴿۱۳﴾ زاد الحرمین

﴿۱٤﴾ الموالات

﴿۱٥﴾ گلبن غریب نواز

﴿۱۶﴾ شرح شرح مائۃ عامل

﴿۱۷﴾ پراچین کال

﴿۱۸﴾ فن سپاہ گری

﴿۱۹﴾ شرح بخاری (نامکمل غیر مطبوع)

﴿۲۰﴾ شرح قطبی (نامکمل غیر مطبوع)

﴿۲۱﴾ ریاض نعیم (مجموعہ کلام)

﴿۲۲﴾ کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب

﴿۲۳﴾ فرائد النور فی جرائد القبور

وفات:

۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء بروز جمعۃ المبارک صدر الافاضل نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ وقت وصال ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی، کلمہ طیبہ کا ورد جاری تھا، پیشانی اقدس اور چہرہ مبارک پر بے حد پسینہ آنے لگا، از خود قبلہ رخ ہو کر دستہائے پاک اور قدمہائے ناز کو سیدھا کر لیا، اب آواز دھیرے دھیرے مدھم ہونے لگی، شاہزادگان نے کان لگا کر سنا تو زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہے، دفعتاً سینہ اقدس پر نور کا لُمعہ محسوس ہوا اور ۱۲ بجکر ۲۰ منٹ پر اہل سنت کا یہ سالار اپنے خالق حقیقی سے جاملا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ آپ کی تدفین جامعہ نعیمیہ کی مسجد کے بائیں گوشے میں کی گئی آج بھی آپ سے اکتساب فیض کا سلسلہ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا ان شآءاللہ عزوجل۔

اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ذِی الۡعِزَّۃِ وَالۡعَظۡمَۃِ وَالۡکِبۡرِیَآءِ وَالۡفَضۡلِ وَالۡکَرَمِ وَالۡعَطَاءِ وَالنِّعۡمَۃِ وَالۡاٰلَآءِ نَحۡمَدُہٗ شَاکِرِیۡنَ عَلَی النَّعۡمَآءِ وَنَشۡکُرُہٗ حَامِدِیۡنَ بِالثَّنَآءِ وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ فِیۡ مَلَکُوۡتِ الۡاَرۡضِ وَالسَّمَآءِ وَاَزۡکَی الصَّلٰوۃِ وَاَطۡیَبُ السَّلَامِ عَلٰی سَیِّدِ الطَّاہِرِیۡنَ اِمَامِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ خَاتَمِ الۡاَنۡبِیَآءِ اَلۡمُتَوَّجِ بِتِیۡجَانِ الۡاِصۡطِفَآءِ وَالۡاِجۡتِبَآءِ اَلۡمُتَرَدِّیۡ بِرِدَاءِ الشَّرَافَۃِ وَالۡاِرۡتِضَاءِ صَاحِبِ اللِّوَآءِ یَوۡمَ الۡجَزَاءِ وَعَلٰی اٰلِہِ الۡبَرَرَۃِ الۡاَتۡقِیَاءِ وَاَصۡحَابِہِ الرُّحَمَاءِ عَلَی الضُّعَفَاءِ وَالۡخُلَفَاءِ وَالشُّہَدَاءِ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِہٖ بِاَسِنَّۃِ الظُّلۡمِ وَالۡجَفَاءِ بَذَلُوۡا اَنۡفُسَہُمۡ لِلّٰہِ بِاَتَمِّ الۡاِخۡلَاصِ وَالرِّضَاءِ خُصُوۡصًا عَلٰی اِمَامِ اَہۡلِ الۡاِبۡتِلَاءِ فِی الۡکَرۡبِ وَالۡبَلَاءِ سَیِّدِ الشُّہَدَاءِ اِبۡنِ الۡبَتُوۡلِ الزَّہۡرَاءِ وَمَنۡ کَانَ مَعَہٗ فِی الۡکَرۡبَلَاءِ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰہِ اَخۡلَصُوۡا لِلّٰہِ حَارَبُوۡا فِی اللّٰہِ وَثَّقُوۡا بِاللّٰہِ وَتَوَکَّلُوۡا عَلَی اللّٰہِ اِعۡتَصَمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ تَمَسَّکُوۡا بِدِیۡنِ اللّٰہِ نَالُوۡا مِنَ اللّٰہِ رَحۡمَۃً وَّکَرَامَۃً وَّعِزَّۃً وَّشَرَافَۃً فَہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ اَحۡیَاءٌ اٰمِنِیۡنَ مِنَ الۡہَلَاکِ وَالۡفَنَاءِ یُرۡزَقُوۡنَ فَرِحِیۡنَ بِمَآ اٰتٰـہُمۡ رَبُّہُمۡ مِّنَ الۡفَضۡلِ وَالۡعَطَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت

ہر شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل وفہم کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے۔ یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ جس کے ساتھ عقیدت و نیازمندی ایمان میں داخل ہو اور بغیر اس کو مانے ہوئے آدمی مومن نہ ہو سکے اس کی محبت تمام عالم سے زیادہ ضروری ہوگی ماں باپ، اولاد، عزیز وا قارب کے بھی انسان پر حقوق ہیں اور ان کا ادا کرنا لازم ہے۔ لیکن ایک شخص اگر ان سب کو بھول جائے اور اسکے دل میں ایک شمّہ بھر محبت والفت باقی نہ رہے اور ان سب سے محض بے تعلق ہو جائے تو اسکے ایمان میں کوئی خلل نہ آئے گا کیونکہ ایمان لانے میں ماں باپ، عزیز وا قارب، اولاد وغیرہ کا ماننا لازم وضروری نہ تھا لیکن رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ماننا مومن ہونے کے لئے ضرور ہے۔ جب تک لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کا معتقد نہ ہو ہرگز مومن نہیں ہو سکتا تو اگر اس کا رشتۂ محبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ٹوٹا تو یقیناً ایمان سے خارج ہوا کہ تصدیق رسالت بے محبت باقی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے شرع مطہر نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہر شخص پر اس کے تمام خویش واقارب، اعزہ واحباب سے زیادہ لازم کی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

آیت:۱

یٰۤاَ یُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡۤا اٰبَآءَ	اے ایمان والو! اپنے باپ اور بھائیوں
کُمۡ وَاِخۡوَانَکُمۡ اَوۡلِیَآءَ اِنِ اسۡتَحَبُّوا	کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند
الۡکُفۡرَ عَلَی الۡاِیۡمَانِ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَلَّھُمۡ	کریں اور تم میں سے جو اُن سے دوستی
مِّنۡکُمۡ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝ (1)	کریں وہی ظالم ہیں۔

آیت:۲

قُلۡ اِنۡ کَانَ اٰبَآؤُکُمۡ وَاَبۡنَآؤُکُمۡ وَ	فرما دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے
اِخۡوَانُکُمۡ وَاَزۡوَاجُکُمۡ وَعَشِیۡرَتُکُمۡ	بیٹے اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور
وَاَمۡوَالُ ۣ اقۡتَرَفۡتُمُوۡھَا وَتِجَارَۃٌ	تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس
تَخۡشَوۡنَ کَسَادَھَا وَ مَسٰکِنُ	کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہاری
تَرۡضَوۡنَھَاۤ اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ	پسند کے مکان یہ چیزیں تمہیں اللہ اور اس
وَرَسُوۡلِہٖ وَ جِھَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ فَتَرَبَّصُوۡا	کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے
حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ ؕ وَاللّٰہُ لَا	زیادہ پیاری ہوں تو انتظار کرو کہ اللہ اپنا
یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ۝ (2)	حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا

1 ...... ترجمۂ کنز الایمان: اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔ (پ ۱۰، التوبۃ: ۲۳)

2 ...... ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (پ ۱۰، التوبۃ: ۲۴)

آیت : ۳

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ لَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۝ (1)

اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

آیت : ٤

وَاللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗۤ اَحَقُّ اَنۡ یُّرۡضُوۡہُ اِنۡ کَانُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ۝ (2)

اور اللہ ورسول کا حق زائد تھا کہ انھیں راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔

آیت : ٥

اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّہٗ مَنۡ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیۡھَا ؕ ذٰلِکَ الۡخِزۡیُ الۡعَظِیۡمُ ۝ (3)

کیا انھیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ ورسول کا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے

مؤمنین اور مؤمنات کی شان میں ارشاد فرمایا:

آیت : ٦

وَیُطِیۡعُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ سَیَرۡحَمُھُمُ اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ۝ (4)

اور اللہ ورسول کا حکم مانیں یہی ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

---

1 ...... ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (پ۱۰، التوبۃ: ٦١)

2 ...... ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ ورسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔ (پ۱۰، التوبۃ: ٦٢)

3 ...... ترجمۂ کنز الایمان: کیا انھیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لئے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہی بڑی رسوائی ہے۔ (پ۱۰، التوبۃ: ٦٣)

4 ...... ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ ورسول کا حکم مانیں یہ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (پ۱۰، التوبۃ: ٧١)

آیت: ۷

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ط(1)

مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت آباء واجداد، انبیاء واولیاء، اولاد، عزیز، اقارب، دوست، احباب، مال، دولت، مسکن، وطن سب چیزوں کی محبت سے اور خود اپنی جان کی محبت سے زیادہ ضروری ولازم ہے۔ اور اگر ماں باپ یا اولاد اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رابطۂ عقیدت ومحبت نہ رکھتے ہوں تو ان سے دوستی ومحبت رکھنا جائز نہیں۔ قرآن پاک میں اس مضمون کی صدہا آیتیں ہیں۔ اب چند حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:

حدیث: ۱

بخاری ومسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔(2)

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں کوئی مومن نہیں ہوتا جب تک میں اُسے اس کے والد اور اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا اور محبوب نہ ہوں۔

---

(1)...... ترجمۂ کنزالایمان: مدینے والوں اور ان کے گرد دیہات والوں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ سے پیچھے بیٹھ رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں۔ (پ۱۱، التوبة: ۱۲۰)

(2)......صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان، الحدیث: ۱۵، ج۱، ص۱۷

حدیث:۲

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ بِھِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَمَنْ یَکْرَہُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ(1) (رواہ البخاری ومسلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں جس میں ہوں وہ لذت وشیرینی ایمان کی پالیتا ہے۔﴿۱﴾جس کو اللہ ورسول سارے عالم سے زیادہ پیارے ہوں﴿۲﴾اور جو کسی بندے کو خاص اللہ کے لئے محبوب رکھتا ہو﴿۳﴾اور جو کفر سے رہائی پانے اور مسلمان ہونے کے بعد کفر میں لوٹنے کو ایسا برا جانتا ہو جیسا اپنے آپ کو آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو محبوب رکھنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں داخل ہے قدرتی طور پر انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس سے نسبت رکھنے والی تمام چیزیں اس کو محبوب ہو جاتی ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے والے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وطن پاک اور حضور کے وطن پاک کے رہنے والوں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو جان ودل سے محبوب رکھتے ہیں۔

---

(1)......صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال...الخ، الحدیث:٦٧، ص ٤١ وصحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من کرہ ان یعود فی الکفر...الخ، الحدیث:٢١، ج١، ص١٩

حدیث:۳

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لِاَنِّيْ عَرَبِيٌّ وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِيٌّ وَكَلَامُ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ۔ (1)

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے **مروی ہے** حضور اقدس رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے **فرمایا: اہل عرب کو محبوب رکھو تین وجہ سے، وہ یہ ہیں: ﴿۱﴾ میں عربی ہوں ﴿۲﴾ قرآن عربی ہے ﴿۳﴾ اہل جنت کی زبان عربی ہے۔**

حدیث:٤

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ شَفَاعَتِيْ وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِيْ (2)

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهُ وَالضِّعَافُ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَقَامِ مَقْبُوْلَةٌ)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے **مروی ہے** کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے **فرمایا: جس نے اہل عرب سے بغض و کدورت رکھی میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور میری مودّت سے فیض یاب نہ ہوگا۔**

حدیث:۵

عَنْ سَلْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

1 ……شعب الایمان للبیہقی، باب فی تعظیم النبی...الخ، فصل فی معنی الصلاۃ علی النبی...الخ، الحدیث: ۱٦۱۰،ج۲،ص۲۳۰

2 ……سنن الترمذی، کتاب المناقب،باب مناقب فی فضل العرب،الحدیث:۳۹٥٤،ج٥،ص٤۸۷

لَاتَبْغَضْنِیْ فَتُفَارِقُ دِیْنَكَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَیْفَ اَبْغَضُكَ وَبِكَ هَدَانَا اللّٰهُ قَالَ تَبْغَضُ الْعَرَبَ فَتَبْغَضُنِیْ (1)(رواہ الترمذی و حسنہ)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور اکرم رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھ سے بغض نہ کرنا کہ دین سے جدا ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کیسے بغض کرسکتا ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت فرمائی۔ فرمایا کہ عربوں سے بغض کرے تو ہم سے بغض کرتا ہے۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے کی وجہ سے اہل عرب کے ساتھ محبت رکھنا مؤمن کے لئے لازم اور علامت ایمان ہے اور اگر کسی کے دل میں اہل عرب کی طرف سے کدورت ہو تو یہ اس کے ایمان کا ضعف اور محبت کی خامی ہے اور اہل عرب تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وطن پاک کے رہنے والے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر چیز مومنِ مخلص کے لئے قابلِ احترام اور محبوبِ دل ہے۔ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قدم گاہ کا ادب کرتے تھے۔ چنانچہ منبر شریف کے جس درجہ پر حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف رکھتے خلیفۂ اول نے ادباً اس پر بیٹھنے کی جرأت نہ کی اور خلیفۂ دوم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشست گاہ پر بھی بیٹھنے کی جرأت نہ کی اور خلیفۂ ثالث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نشست گاہ پر کبھی نہ بیٹھے۔ (2) (رواہ الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب فی فضل العرب، الحدیث:۳۹۵۳، ج۵، ص۴۸۷

2 ......المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه محمود، الحدیث:۷۹۲۳، ج۶، ص۴۰

اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آل واصحاب کے ساتھ محبت کرنا اوران کے ادب وتعظیم کولازم جاننا کس قدر ضروری ہے۔اور یقیناً ان حضرات کی محبت سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہےاور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایمان۔

حدیث:٦

عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَا هُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ يُوْشِكُ اَنْ يَّأْخُذَهٗ (1) (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکرر فرمایا کہ میرے اصحاب کے حق میں خدا سے ڈرو خدا کا خوف کرو۔انھیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ۔جس نے انھیں محبوب رکھا میری محبت کی وجہ سے محبوب رکھا اور جس نے ان سے بغض کیا وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے،اس لئے اس نے ان سے بغض رکھا،جس نے انھیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی جس نے مجھے ایذا دی اس نے بیشک خدائے تعالیٰ کو ایذا دی،جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے گرفتار کرے۔

مسلمان کو چاہیے کہ صحابہ کرام کا نہایت ادب رکھےاور دل میں ان کی عقیدت و محبت کو جگہ دے۔ان کی محبت حضور کی محبت ہےاور جو بدنصیب صحابہ کی شان میں بے ادبی

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی من سب اصحاب النبی،الحدیث:٣٨٨٨، ج٥،ص٤٦٣

کے ساتھ زبان کھولے وہ دشمنِ خدا اور رسول ہے۔ مسلمان ایسے شخص کے پاس نہ بیٹھے۔

حدیث: ۷

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رُسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّ كُمْ۔ [1] (رواہ الترمذی)

حضور اقدس رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کی بدگوئی کرتے ہیں تو کہہ دو کہ تمہارے شر پر خدا کی لعنت۔

ان احادیث سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا مرتبہ اور مؤمن کے لئے اُن کے ساتھ محبت و اخلاص و ادب و تعظیم کا لازم ہونا اور ان کے بدگویوں سے دور رہنا ثابت ہوا۔ اسی لئے اہل سنت کو جائز نہیں کہ شیعوں کی مجلس میں شرکت کریں۔ اصحابِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے میل جول مؤمنِ خالص الاعتقاد کا کام نہیں۔ آدمی اپنے دشمنوں کے ساتھ نشست و برخاست اور بخوش دلی بات کرنا گوارا نہیں کرتا ہے تو دشمنانِ رسول و دشمنانِ اصحاب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیسے گوارا کرسکتا ہے۔

اصحاب کبار میں خلفاء راشدین یعنی

﴿۱﴾ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق

﴿۲﴾ سیدنا حضرت عمر فاروق

﴿۳﴾ سیدنا حضرت عثمان غنی

﴿٤﴾ سیدنا حضرت علی مرتضٰی رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا مرتبہ سب سے بلند و بالا ہے۔

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی من سب اصحاب النبی، الحدیث: ۳۸۹۲، ج ٥، ص ٤٦٤

خلیفۂ اوّل

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالٰی عنہ

حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اسم گرامی عبداللہ ہے۔ آپ کے اجداد کے اسماء یہ ہیں: عبداللہ (ابوبکر صدیق) بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تَیم بن مرّہ بن کعب بن لوی بن غالب قرشی۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نسب حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے نسب پاک سے مرّہ میں ملتا ہے۔ آپ کا لقب عتیق وصدیق ہے۔ ابویعلی نے اپنی مسند میں اور ابن سعد وحاکم نے ایک حدیثِ صحیح ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں مکان میں تھی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب صحن میں تھے میرے ان کے درمیان پردہ پڑا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لائے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو "عَتِیقُ مِّنَ النَّار" (1) کا دیکھنا اچھا معلوم ہو وہ ابوبکر کو دیکھے۔ اس روز سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا لقب عتیق ہو گیا۔ آپ کا ایک لقب صدیق ہے۔ ابن اسحٰق حسن بصری اور قتادہ سے راوی کہ صبح شبِ معراج سے آپ کا یہ لقب مشہور ہوا۔ (2)

مستدرک میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس مشرکین پہنچے اور واقعہ معراج جوانہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

1 ...... یعنی آتشِ دوزخ سے آزاد۔ ۱۲ منہ

2 ...... مسند ابی یعلی، مسند عائشۃ، الحدیث: ٤٨٧٨، ج ٤، ص ٢٨٢
و تاریخ الخلفاء، ابوبکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالی عنہ، فصل فی اسمہ ولقبہ، ص ٢٣

سے سنا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا کر کہنے لگے کہ اب حضور کی نسبت کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: لَقَدْ صَدَقَ اِنِّیْ لَاُصَدِّقُہٗ (حضور نے یقیناً سچ فرمایا، میں حضور کی تصدیق کرتا ہوں) اسی وجہ سے آپ کا لقب صدیق ہوا۔(1)

حاکم نے مستدرک میں نزال بن سبرہ سے باسناد جید روایت کی کہ ہم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے بزبان جبریلِ امین و بزبانِ سرور انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صدیق رکھا، وہ نماز میں حضور کے خلیفہ تھے۔ حضور نے انھیں ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تو ہم اپنی دنیا کے لئے ان سے راضی ہیں۔(2) (یعنی خلافت پر)

دار قطنی و حاکم نے ابو یحییٰ سے روایت کیا کہ میں شمار نہیں کرسکتا کتنی مرتبہ میں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برسرِ منبر یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر ابو بکر کا نام صدیق رکھا۔(3)

طبرانی نے بسندِ جید صحیح حکیم بن سعد سے روایت کی ہے کہ میں نے علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحلف فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کا نام صدیق آسمان سے نازل فرمایا۔(4)

---

(1)......المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم، الاحاديث المشعرة بتسمية ابى بكر صديقاً، الحديث:٤٤٦٣، ج٤، ص٤

(2)......المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم، الاحاديث المشعرة بتسمية ابى بكرصديقاً، الحديث:٤٤٦٢، ج٤، ص٤

و تاريخ الخلفاء، ابو بكر الصديق رضى الله تعالى عنه، فصل فى اسمه ولقبه، ص٢٣

(3)......تاريخ الخلفاء، ابو بكر الصديق رضى الله تعالى عنه، فصل فى اسمه ولقبه، ص٢٣

(4)......المعجم الكبير للطبرانى، الحديث:١٤، ج١، ص٥٥

حضرت صدیق حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے دو سال چند ماہ بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے یہی صحیح ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق سے دریافت فرمایا کہ ہم بڑے ہیں یا تم؟ انہوں نے عرض کیا کہ بڑے حضور ہیں، عمر میری زیادہ ہے۔ یہ روایت مرسل و غریب ہے اور واقع میں یہ گفتگو حضرت عباس سے پیش آئی تھی۔ (1)

آپ مکہ مکرمہ میں سکونت رکھتے تھے۔ بسلسلۂ تجارت باہر بھی تشریف لے جاتے تھے۔ اپنی قوم میں بہت بڑے دولت مند اور صاحبِ مُرَوَّت واحسان تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں قریش کے رئیس اور ان کی مجلس شوریٰ (2) کے رکن تھے۔ معاملہ فہمی و دانائی میں آپ شہرت رکھتے تھے اسلام کے بعد آپ بالکل اسی طرف مصروف ہوگئے اور سب باتوں سے دل ہٹ گیا۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی آپ کا چال چلن نہایت پاکیزہ اور افعال نہایت متین وشائستہ تھے۔ (3)

ابن عساکر نے ابو العالیہ ریاحی سے نقل کیا ہے کہ مجمعِ اصحاب میں حضرت ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب پی ہے؟ فرمایا: پناہ بخدا، اس پر کہا گیا: یہ کیوں؟ فرمایا: میں اپنی مُرَوَّت وآبرو کی حفاظت کرتا تھا اور شراب پینے والے کی مروت وآبرو برباد ہوجاتی ہے۔ یہ خبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو

---

1 ......تاریخ الخلفاء، ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ، فصل فی مولدہ و منشئہ، ص ۲٤

2 ......مجلسِ شوریٰ کی رکنیت ایک بڑا منصب تھا عرب میں کوئی بادشاہ تو تھا نہیں، تمام امور ایک کمیٹی کے متعلق تھے جس کے دس ممبر تھے۔ کوئی جنگ کا، کوئی مالیات کا، کوئی کسی اور کام کا اور ہر ممبر اپنے محکمہ کی ولایتِ عامہ اور اختیارِ کامل رکھتا تھا۔ ۱۲ منہ

3 ......تاریخ الخلفاء، ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ، فصل فی مولدہ و منشئہ، ص ۲٤

پہنچی تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا کہ ابو بکر نے سچ کہا۔[1]

حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اسلام

محدّثین کی جماعتِ کثیرہ اس پر زور دیتی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سب سے پہلے اسلام لائے۔[2]

ابن عساکر نے حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر ایمان لائے۔ اسی طرح ابن سعد نے ابو اَروٰی دوسی سے اسی مضمون کی حدیث روایت کی۔ طبرانی نے معجم کبیر میں اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں شعبی سے روایت کی کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سوال کیا کہ صحابہ کرام میں اول الاسلام کون ہیں۔ فرمایا: ابوبکر صدّیق اور حضرت حسّان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے وہ اشعار پڑھے جو حضرت صدّیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مدح میں ہیں اور ان میں آپ کے سب سے پہلے اسلام لانے کا ذکر ہے۔ ابونعیم نے فرات بن سائب سے ایک روایت کی ہے اس میں ہے کہ میں نے میمون بن مہران سے دریافت کیا کہ ابوبکر پہلے اسلام لائے یا علی؟ انہوں نے جواب دیا کہ...... حضرت ابوبکر بَحیریٰ راہب کے زمانہ میں ایمان لائے۔ اس وقت تک حضرت علی مرتضٰی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔[3]

صحابہ وتابعین وغیرہم کی ایک جماعت کثیرہ اس کی قائل ہے کہ سب سے پہلے مومن حضرت ابوبکر صدیق ہیں اور بعضوں نے اس پر اجماع کیا ہے۔ ذَکَرَہُ الْعَلَّامَۃُ

---

1 ......تاریخ الخلفاء، ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ، فصل کان ابو بکر اعف الناس فی الجاھلیۃ، ص ۲٤

2 ......اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، عبد اللّٰہ بن عثمان ابو بکر الصدیق، ج۳، ص ۳۱۷

3 ......تاریخ الخلفاء، ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ، فصل فی اسلامہ، ص ۲۵ ملخصاً

جَلَالُ الدِّیْن اَلسُّیُوطِیُّ رَحِمَہُ اللّٰہُ فِیْ تَارِیْخِ الْخُلَفَاءِ اگرچہ صحابہ کرام وتابعین وغیرہم کی کثیر جماعتوں نے اس پر زور دیا ہے کہ صدیق اکبر سب سے پہلے مومن ہیں۔ مگر بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا کہ سب سے پہلے مومن حضرت علی ہیں۔ بعض نے یہ کہا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سب سے پہلے ایمان سے مشرف ہوئیں۔ ان اقوال میں حضرت امام عالی مقام امام الائمۃ سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر مشرف بایمان ہوئے اور عورتوں میں حضرت ام المومنین خدیجہ اور نوعمر صاحبزادوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ (1)

ابن ابوخیثمہ نے بہ سند صحیح زید بن ارقم سے روایت کی کہ سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھنے والے حضرت ابوبکر ہیں۔ (2)

ابن اسحٰق نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے ابوبکر کے اور کوئی ایسا شخص نہیں جو میری دعوت پر بے توقف و تامل ایمان لایا ہو۔ (3)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے اسلام لانے کے وقت سے دم آخر تک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی برکاتِ صحبت سے فیضیاب رہے اور سفر وحضر میں کہیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوئے اور سوائے اس حج وغزوہ کے جس کی حضور نے اجازت عطا فرمائی اور کوئی سفر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے علیحدہ نہ کیا۔ تمام

---

1 ......تاریخ الخلفاء، ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالی عنہ، فصل فی اسلامہ، ص۲۶

2 ......تاریخ الخلفاء، ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالی عنہ، فصل فی اسلامہ، ص۲۵

3 ......تاریخ الخلفاء، ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالی عنہ، فصل فی اسلامہ، ص۲۷

مشاہد میں حضور کے ساتھ حاضر ہوئے۔حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور اپنے عیال واولاد کو خدا اور رسول کی محبت میں چھوڑ دیا۔آپ جود وسخا میں اعلٰی مرتبہ رکھتے ہیں۔اسلام لانے کے وقت آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔یہ سب اسلام کی حمایت میں خرچ فرمائے۔بردوں کو آزاد کرانا، مسلمان اسیروں کو چھڑانا آپ کا ایک پیارا شغل تھا۔بذل وکرم میں حاتم طائی کو آپ سے کچھ بھی نسبت نہیں۔(1)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم پر کسی شخص کا احسان نہ رہا، ہم نے سب کا بدلہ کردیا سوائے ابوبکر کے کہ ان کا بدلہ اللہ تعالٰی روزِ قیامت عطا فرمائے گا اور مجھے کسی کے مال نے وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔(2) (رواہ الترمذی عن ابی ہریرہ)

زہے نصیب صدیق کے کہ حضور انور سلطان دارین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شان میں یہ کلمے ارشاد فرمائے۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابہ کرام میں سب سے اعلم واذکیٰ ہیں۔اس کا بارہا صحابہ کرام نے اعتراف فرمایا ہے۔قرأتِ قرآن، علمِ انساب، علمِ تعبیر میں آپ فضلِ جلی رکھتے ہیں۔قرآنِ کریم کے حافظ ہیں۔(3)

(ذکرہ النووی فی التہذیب)

افضلیت

اہلِ سنت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام عالَم سے

---

1 ......تاریخ الخلفاء، ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ، فصل فی صحبتہ و مشاھدہ، ص٢٧ و فصل فی انفاقہ مالہ علی رسول اللّٰہ...الخ،ص٢٩ ملخصاً

2 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب،باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ، الحدیث:٣٦٨١،ج٥،ص٣٧٤

3 ......تاریخ الخلفاء،ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ عنہ،فصل فی علمہ...الخ،ص٣١۔٣٣ ملخصاً

افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر، ان کے بعد حضرت عثمان، ان کے بعد حضرت علی، ان کے بعد تمام عشرہ مبشرہ، ان کے بعد باقی اہل بدر، ان کے بعد باقی اہل احد، ان کے بعد باقی اہل بیعت، پھر تمام صحابہ۔ یہ اجماع ابو منصور بغدادی نے نقل کیا ہے۔ ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی فرمایا کہ ہم ابوبکر و عمر و عثمان و علی کو فضیلت دیتے تھے بحالیکہ سرورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں تشریف فرما ہیں۔ امام احمد وغیرہ نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا کہ اس امت میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے بہتر ابوبکر و عمر ہیں۔ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ذہبی نے کہا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بتواتر منقول ہے۔ (1)

ابن عساکر نے عبد الرحمٰن بن ابی لیلٰی سے روایت کی کہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے فرمایا: جو مجھے حضرت ابوبکر و عمر سے افضل کہے گا تو میں اس کو مُفتَرِی کی سزا دوں گا۔ (2)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان میں بہت آیتیں اور بکثرت حدیثیں وارد ہوئیں جن سے آپ کے فضائل جلیلہ معلوم ہوتے ہیں۔ چند احادیث یہاں ذکر کی جاتی ہیں:

ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: تم میرے صاحب ہو

---

1 ......تاریخ الخلفاء، ابوبکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالی عنہ، فصل فی انہ افضل الصحابۃ وخیرھم، ص ٣٤

2 ......تاریخ الخلفاء، ابوبکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالی عنہ، فصل فی انہ افضل الصحابۃ وخیرھم، ص ٣٥

حوض کوثر پر اور تم میرے صاحب ہو غار میں۔(1)

ابن عساکر نے ایک حدیث نقل کی کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: نیکی کی تین سو ساٹھ خصلتیں ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ان میں سے کوئی مجھ میں بھی ہے۔ فرمایا: تم میں وہ سب ہیں تمھیں مبارک ہو۔ انھیں ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابوبکر کی محبت اور ان کا شکر میری تمام امت پر واجب ہے۔(2)

بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر ہمارے سیّد و سردار ہیں۔(3)

طبرانی نے اوسط میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، آپ نے فرمایا: بعد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بہتر ابوبکر و عمر ہیں، میری محبت اور ابوبکر و عمر کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہ ہوگا۔(4)

خلافت

بکثرت آیات و احادیث آپ کی خلافت کی طرف مشیر ہیں۔ ترمذی و حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

---

1 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، الحدیث: ٣٦٩٠، ج٥، ص٣٧٨

2 ......تاریخ الخلفاء، ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ، فصل فی الاحادیث الواردۃ فی فضلہ...الخ، ص٤٤

3 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب بلال بن رباح...الخ، الحدیث: ٣٧٥٤، ج٢، ص٥٤٧

4 ......المعجم الاوسط للطبرانی، الحدیث: ٣٩٢٠، ج٣، ص٧٩ ملخصاً

جولوگ میرے بعد ہیں، ابوبکر و عمر، ان کا اتباع کرو۔(1)

ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ ایک عورت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ کچھ دریافت کرتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: پھر آئے گی۔ عرض کی: اگر میں پھر حاضر ہوں اور حضور کو نہ پاؤں یعنی اس وقت حضور پردہ فرما چکیں۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو آئے اور مجھے نہ پائے تو ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہو جانا کیونکہ میرے بعد وہی میرے خلیفہ ہیں۔(2)

بخاری و مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام مریض ہوئے اور مرض نے غلبہ کیا تو فرمایا کہ ابوبکر کو حکم کرو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ نرم دل آدمی ہیں آپ کی جگہ کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ فرمایا: حکم دو ابوبکر کو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر وہی عذر پیش کیا۔ حضور نے پھر یہی حکم بتاکید فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارک میں نماز پڑھائی۔ یہ حدیث متواتر ہے۔ حضرت عائشہ و ابن مسعود و ابن عباس و ابن عُمر و عبداللہ بن زمعہ و ابوسعید و علی بن ابی طالب و حفصہ وغیرہم سے مروی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس پر بہت واضح دلالت

---

1 ......المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم،احاديث فضائل الشيخين، الحديث:٤٥١١،ج٤،ص٢٣

2 ......تاريخ الخلفاء،ابو بكر الصديق رضى الله تعالى عنه،فصل فى الاحاديث والآيات المشيرة الى خلافته...الخ،ص٤٧

ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطلقاً تمام صحابہ سے افضل اور خلافت و امامت کے لئے سب سے احق و اولیٰ ہیں۔[1]

اشعری کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امامت کا حکم دیا جب کہ انصار و مہاجرین حاضر تھے۔ اور حدیث میں ہے کہ قوم کی امامت وہ کرے جو سب میں اَقْرَءْ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ میں سب سے اقرء اور قرآن کریم کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اسی لئے صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اَحَقّ بِالْخِلَافَہ ہونے کا استدلال کیا ہے۔ ان استدلال کرنے والوں میں سے حضرت عمر اور حضرت علی بھی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ ایک جماعت علماء نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت آیات قرآنیہ سے مُسْتَنْبَطْ کی ہے۔[2] وَقَدْ ذَکَرَهَا الشَّيْخُ جَلَالُ الدِّيْن اَلسُّيُوْطِيُّ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فِيْ تَارِيْخِهٖ۔

علاوہ بریں اس خلافتِ راشدہ پر جمیع صحابہ اور تمام امت کا اجماع ہے۔ لہٰذا اس خلافت کا منکر شرع کا مخالف اور گمراہ بددین ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانۂ خلافت مسلمانوں کے لئے ظِلِّ رحمت ثابت ہوا اور دین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو خطرات عظیمہ اور ہولناک اندیشے پیش آگئے تھے وہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے صائب، تدبیر صحیح اور کامل دینداری و زبردست اتباع سنت کی برکت سے دفع

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب اهل العلم و الفضل...الخ، الحدیث:٦٧٨، ج١، ص٢٤٢ و تاریخ الخلفاء، ابوبکر الصدیق رضی اللّٰه تعالٰی عنه، فصل فی الاحادیث والآیات المشیرة الی خلافته...الخ، ص٤٧، ٤٨ ملتقطاً

2 ......تاریخ الخلفاء، ابوبکر الصدیق رضی اللّٰه تعالٰی عنه، فصل فی الاحادیث والآیات المشیرة الی خلافته...الخ، ص٤٨-٤٩

ہوئے اور اسلام کو وہ استحکام حاصل ہوا کہ کفار ومنافقین لرزنے لگے اور ضعیف الایمان لوگ پختہ مومن بن گئے آپ کی خلافت راشدہ کا عہد اگرچہ بہت تھوڑا اور زمانہ نہایت قلیل ہے لیکن اس سے اسلام کو ایسی عظیم الشان تائیدیں اور قوتیں حاصل ہوئیں کہ کسی زبردست حکومت کے طویل زمانہ کو اس سے کچھ نسبت نہیں ہوسکتی۔

آپ کے عہد مبارک کے چند اہم واقعات یہ ہیں کہ آپ نے جیشِ اسامہ کی تَنْفِیْذ کی جس کو حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہد مبارک کے آخر میں شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ ابھی یہ لشکر تھوڑی ہی دور پہنچا تھا اور مدینہ طیبہ کے قریب مقامِ ذی خُشُب ہی میں تھا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عالم سے پردہ فرمایا۔ یہ خبر سن کر اطرافِ مدینہ کے عرب اسلام سے پھر گئے اور مرتد ہوگئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مجتمع ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زور دیا کہ آپ اس لشکر کو واپس بلالیں۔ اس وقت اس لشکر کا روانہ کرنا کسی طرح مَصْلَحَتْ نہیں، مدینہ کے گِرْد تو عرب کے طوائف کثیرہ مرتد ہوگئے اور لشکر شام کو بھیج دیا جائے۔ اسلام کے لئے یہ نازک ترین وقت تھا، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے کفار کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور ان کی مردہ ہمتوں میں جان پڑگئی تھی، منافقین سمجھتے تھے کہ اب کھیل کھیلنے کا وقت آگیا۔ ضعیفُ الایمان دین سے پھر گئے۔ مسلمان ایک ایسے صدمے میں شکستہ دل اور بے تاب وتواں ہورہے ہیں جس کا مثل دنیا کی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان کے دل گھائل ہیں اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں، کھانا پینا برا معلوم ہوتا ہے، زندگی ایک ناگوار مصیبت نظر آتی ہے۔ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانشین کو نظم قائم کرنا، دین کا سنبھالنا، مسلمانوں کی حفاظت کرنا، ارتداد کے سیلاب کو روکنا کس قدر دشوار تھا۔ باوجود اس کے

رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روانہ کیے ہوئے لشکر کو واپس کرنا اور مرضیٔ مبارکہ کے خلاف جرأت کرنا صدیق سراپا صدق کا رابطہ نیازمندی گوارا نہ کرتا تھا اور اس کو وہ ہر مشکل سے سخت تر سمجھتے تھے۔ اس پر صحابہ کا اصرار کہ لشکر واپس بلالیا جائے اور خود حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لوٹ آنا اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کرنا کہ قبائل عرب آمادۂ جنگ اور درپے تخریبِ اسلام ہیں اور کارآزما بہادر میرے لشکر میں ہیں انھیں اس وقت روم پر بھیجنا اور ملک کو ایسے دلاور مردانِ جنگ سے خالی کرلینا کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ یہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے اور مشکلات تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اعتراف کیا ہے کہ اس وقت اگر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ دوسرا ہوتا تو ہرگز مستقل نہ رہتا اور مصائب وافکار کا یہ ہجوم اور اپنی جماعت کی پریشان حالت مبہوت کرڈالتی مگر اللہ اکبر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پائے ثبات کو ذرّہ بھر لغزش نہ ہوئی اور ان کے استقلال میں ایک شمّہ فرق نہ آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر پرند میری بوٹیاں نوچ کھائیں تو مجھے یہ گوارا ہے مگر حضور انور سیّد عالَم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرضیٔ مبارک میں اپنی رائے کو دخل دینا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روانہ کیے ہوئے لشکر کو واپس کرنا ہرگز گوارا نہیں۔ یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ایسی حالت میں آپ نے لشکر روانہ فرما دیا۔

اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیرت انگیز شجاعت ولیاقت اور کمال دلیری وجوانمردی کے علاوہ ان کے توکل صادق کا پتہ چلتا ہے اور دشمن بھی انصافاً یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ قدرت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلافت وجانشینی کی اعلیٰ قابلیت واہلیت حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی تھی۔ اب یہ لشکر روانہ ہوا اور جو قبائل مرتد ہونے کے لیے تیار تھے اور یہ سمجھ چکے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

بعد اسلام کا شیرازہ ضرور درہم برہم ہو جائے گا اور اس کی سَطْوَت و شوکت باقی نہ رہے گی۔ انہوں نے جب دیکھا کہ لشکر اسلام رومیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا اسی وقت ان کے خیالی منصوبے غلط ہو گئے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہد مبارک میں اسلام کے لیے ایسا زبردست نظم فرما دیا ہے جس سے مسلمانوں کا شِیْرَازَہ درہم برہم نہیں ہو سکتا اور وہ ایسے غم واَنْدُوہ کے وقت میں بھی اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے سامنے اقوام عالم کو سَرْنِگُوں کرنے کے لیے ایک مشہور وز بردست قوم پر فوج کشی کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ خیال غلط ہے کہ اسلام مٹ جائے گا اور اس میں کوئی قوت باقی نہ رہے گی بلکہ ابھی صبر کے ساتھ دیکھنا چاہیے کہ یہ لشکر کس شان سے واپس ہوتا ہے۔ فضلِ الٰہی سے یہ لشکرِ ظفر پیکر فتحیاب ہوا، رومیوں کو ہزیمت ہوئی۔

جب یہ فاتح لشکر واپس آیا وہ تمام قبائل جو مرتد ہونے کا ارادہ کر چکے تھے اس ناپاک قصد سے باز آئے اور اسلام پر صدق کے ساتھ قائم ہوئے۔ بڑے بڑے جلیل القدر صائب الرائے صحابہ علیہم الرضوان جو اس لشکر کی روانگی کے وقت نہایت شدت سے اختلاف فرما رہے تھے اپنی فکر کی خطا اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے مبارک کے صائب اور ان کے علم کی وسعت کے معترِف ہوئے۔ (1)

اسی خلافت مبارکہ کا ایک اہم واقعہ مانعینِ زکوٰۃ کے ساتھ عَزْمِ قِتال ہے جس کا مختصر حال یہ ہے جب حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر مدینہ طیبہ کے حوالی و اطراف میں مشہور ہوئی تو عرب کے بہت گروہ مرتد ہو گئے اور انہوں

(1)......الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ،القسم الثانی،الباب الاول فی مناقب خلیفۃ رسول اللّٰہ ابی بکر الصدیق...الخ، الفصل التاسع فی خصائصہ، ذکر شدۃ باسہ وثبات قلبہ...الخ،ج ۱، الجزء۱،ص۱۴۸،۱۴۹ ملخصاً

نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے قتال کرنے کے لئے اٹھے، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے وقت کی نزاکت، اسلام کی نوعمری، دشمنوں کی قوت، مسلمانوں کی پریشانی، پَراگَندَہ خاطِری کا لحاظ فرما کر مشورہ دیا کہ اس وقت جنگ کے لئے ہتھیار نہ اٹھائے جائیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ارادہ پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے اور آپ نے فرمایا کہ قسم بخدا! جو لوگ زمانہ اقدس میں ایک تسمہ کی قدر بھی ادا کرتے تھے اگر آج انکار کریں گے تو میں ضرور ان سے قتال کروں گا۔ آخر کار آپ قتال کے لئے اٹھے اور مہاجرین و انصار کو ساتھ لیا اور اعراب اپنی ذریتوں کو لے کر بھاگے۔ پھر آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنایا اور اللہ تعالیٰ نے انھیں فتح دی اور صحابہ نے خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحتِ تدبیر اور اِصابتِ رائے کا اعتراف کیا اور کہا: خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ کھول دیا جو انہوں نے کیا حق تھا۔ (1)

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اگر اس وقت کمزوری دکھائی جاتی تو ہر قوم اور ہر قبیلہ کو احکامِ اسلام کی بے حرمتی اور ان کی مُخالَفت کی جرأت ہوتی اور دین حق کا نظم باقی نہ رہتا۔ یہاں سے مسلمانوں کو سبق لینا چاہیے کہ ہر حالت میں حق کی حمایت اور ناحق کی مخالفت ضروری ہے اور جو قوم ناحق کی مخالفت میں سستی کرے گی جلد تباہ ہو جائے گی۔ آج کل کے سادہ لوح فرق باطلہ کے رد کرنے کو بھی منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس

---

1 ......تاریخ الخلفاء، ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ، فصل فی ما وقع فی خلافتہ، ص ٥٦ـ٥٧ ملخصاً

وقت آپس کی جنگ موقوف کرو۔انھیں حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس طریق عمل سے سبق لینا چاہیے کہ آپ نے ایسے نازک وقت میں بھی باطل کی سرِ شکنی میں توقف نہ فرمایا۔ جو فرقے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں ان سے غفلت کرنا یقیناً اسلام کی نقصان رسانی ہے۔

پھر حضرت خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ لشکر لے کر یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب کے قتال کے لئے روانہ ہوئے۔ دونوں طرف سے لشکر مقابل ہوئے، چند روز جنگ رہی۔ آخرُ الاَمر مسیلمہ کذاب، وحشی (قاتل حضرت امیر حمزہ) کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مسیلمہ کی عمر قتل کے وقت ڈیڑھ سو برس کی تھی۔ ۱۲ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے علا ابن حضرمی کو بحرین کی طرف روانہ کیا۔ وہاں کے لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ جُواثی میں ان سے مقابلہ ہوا اور بکرمہ تعالٰی مسلمان فتح یاب ہوئے۔ عمان میں بھی لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ وہاں عکرمہ ابن ابی جہل کو روانہ فرمایا۔ نجیر کے مرتدین پر مہاجر بن ابی امیہ کو بھیجا۔ مرتدین کی ایک اور جماعت پر زیاد بن لبید انصاری کو روانہ کیا اسی سال مرتدین کے قتال سے فارغ ہو کر حضرت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سرزمین بصرہ کی طرف روانہ کیا۔ آپ نے اہل ابلہ پر جہاد کیا اور ابلہ فتح ہوا اور کسریٰ کے شہر جو عراق میں تھے فتح ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے عمرو بن عاص اور اسلامی لشکروں کو شام کی طرف بھیجا اور جمادی الاولیٰ ۱۳ھ میں واقعہ اجنادین پیش آیا اور بفضلہٖ تعالٰی مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اسی سال واقعہ مرج الصفر ہوا اور مشرکین کو ہزیمت ہوئی۔ (1)

---

1 ......تاریخ الخلفاء، ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ، فصل فی ما وقع فی خلافتہ، ص۵۸ ملخصاً

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے تھوڑے سے زمانہ میں شب و روز کی پیہم سعی سے بدخواہان اسلام کے حوصلے پست کر دیئے اور ارتداد کا سیلاب روک دیا۔ کفار کے قلوب میں اسلام کا وقار راسخ ہو گیا اور مسلمانوں کی شوکت و اقبال کے پھریرے عرب و عجم بحر و بر میں اڑنے لگے۔

آپ قرآن کریم کے پہلے جامع ہیں اور آپ کے عہد مبارک کا زرین کارنامہ ہے کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جہادوں میں وہ صحابہ کرام جو حافظِ قرآن تھے شہید ہونے لگے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ اگر تھوڑے زمانہ بعد حفاظ باقی نہ رہے تو قرآن پاک مسلمانوں کو کہاں سے میسر آئے گا۔ یہ خیال فرما کر آپ نے صحابہ کو جمعِ قرآن کا حکم دیا اور مصاحف مرتب ہوئے۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا اصلی سبب حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہے جس کا صدمہ دمِ آخر تک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب مبارک سے کم نہ ہوا اور اس روز سے برابر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم شریف گھلتا اور دبلا ہوتا گیا۔

۷ جمادی الاخری ۱۳ھ روز دوشنبہ کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل فرمایا، دن سرد تھا، بخار آ گیا۔ صحابہ عیادت کے لئے آئے۔ عرض کرنے لگے: اے خلیفۂ رسول! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ اجازت ہو تو ہم طبیب کو بلائیں جو آپ کو دیکھے۔ فرمایا کہ طبیب نے تو مجھے دیکھ لیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ پھر طبیب نے کیا کہا؟ فرمایا کہ اس نے فرمایا: اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا اُرِیْدُ۔ یعنی میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ مراد یہ تھی کہ حکیم اللہ تعالیٰ ہے اس کی مرضی کو کوئی ٹال نہیں سکتا، جو مشیت ہے ضرور ہو گا۔ یہ

حضرت کا توکلِ صادق تھا اور رضائے حق پر راضی تھے۔

اسی بیماری میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن عوف اور حضرت علی مرتضی اور حضرت عثمان غنی وغیرہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مشورے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بعد خلافت کے لئے نامزد فرمایا اور پندرہ روز کی علالت کے بعد ۲۲ جمادی الاخری ۱۳ھ شب ِسہ شنبہ کو تریسٹھ سال کی عمر میں اس دارِ ناپائیدار سے رحلت فرمائی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی وصیت کے مطابق پہلوئے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں مدفون ہوئے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو سال اور سات ماہ کے قریب خلافت کی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے مدینہ طیبہ میں ایک شور برپا ہو گیا۔آپ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کی عمر اس وقت ستانوے برس کی تھی۔دریافت کیا کہ یہ کیسا غوغا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آپ کے فرزند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحلت فرمائی۔کہا بڑی مصیبت ہے ان کے بعد کارِ خلافت کون انجام دے گا؟ کہا گیا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔آپ کی وفات سے چھ ماہ بعد آپ کے والد ابو قحافہ نے بھی رِحلَت فرمائی۔(1)

کیا خوش نصیب ہیں خود صحابی، والد صحابی، بیٹے صحابی، پوتے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ۔

---

1 ......تاریخ الخلفاء، ابو بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالی عنہ، فصل فی مرضہ ووفاتہ...الخ، ص ٦٢۔٦٦ ملتقطاً

خلیفۂ دوم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد فضل میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجداد کے اسماء یہ ہیں: عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزّٰی بن ریاح بن عبداللہ بن قُرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لُوَی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام فیل کے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے (نووی) آپ اشرافِ قریش میں سے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں منصبِ سِفارَت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مُفَوَّض تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ابو حَفص اور لقب فاروق ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیمُ الاسلام ہیں۔ ۴۰ مردوں، ۱۱ عورتوں یا ۳۹ مردوں، ۲۳ عورتوں یا ۴۵ مردوں ۱۱ عورتوں کے بعد اسلام لائے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے سے اسلام کی قوت وشوکت زیادہ ہوئی۔ مسلمان نہایت مسرور ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اولین اور عشرۂ مبشرہ بالجنۃ اور خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کِبار علماءِ زُہاد میں آپ کا ممتاز مرتبہ ہے۔(1)

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا فرماتے تھے کہ یارب عزوجل! عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام میں سے جو تجھے پیارا ہو اس کے ساتھ اسلام کو عزت دے۔(2)

1 ......تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص۸۶

2 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الحدیث: ۳۷۰۱، ج۵، ص۳۸۳

حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً "یارب! عزوجل اسلام کو خاص عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غلبہ وقوت عطا فرما۔"(1)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبوت کے چھٹے سال ۲۷ برس کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔

ابویعلی وحاکم وبیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار لے کر نکلے۔ راہ میں آپ کو قبیلۂ بنی زُہرہ کا ایک شخص ملا۔ کہنے لگا کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے کہا کہ میں (حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے قتل کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس نے کہا کہ انھیں قتل کر کے تم بنی ہاشم اور بنی زہرہ کے ہاتھوں کیسے بچو گے۔ آپ نے کہا کہ میرے خیال میں تو بھی دین سے پھر گیا۔ اس نے کہا: میں آپ کو اس سے عجیب تر بتاتا ہوں آپ کی بہن اور بہنوئی نے آپ کا دین ترک کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے پاس پہنچے۔ وہاں حضرت خبّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور وہ لوگ سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے، جب انہوں نے حضرت عمر کی آہٹ سنی تو مکان میں چھپ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکان میں داخل ہو کر کہا: تم کیا کہہ رہے ہو؟ کہا ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے: شاید تم لوگ بے دین ہو گئے ہو۔ آپ کے بہنوئی نے کہا: اے عمر! اگر تمہارے دین کے سوا کسی اور دین میں حق ہو۔ اتنا کلمہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن پر ٹوٹ پڑے اور انھیں بہت مارا۔ انھیں

---

(1)......المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، باب النهى عن لبس الديباج...الخ، الحديث: ٤٥٤١، ج٤، ص٣٤

بچانے کیلئے آپ کی بہن آئیں، انھیں بھی مارا حتیٰ کہ ان کا چہرہ خون آلود ہوگیا۔ انہوں نے غضب ناک ہوکر کہا کہ تیرے دین میں حق نہیں۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحقِ عبادت نہیں اور حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت عمر نے کہا: مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے میں اسے پڑھوں۔ ہمشیرہ صاحبہ نے فرمایا کہ تم ناپاک ہو اور اس کو پاکوں کے سوا کوئی نہیں چھوسکتا۔ اٹھو غسل کرو یا وضو کرو۔ آپ نے اٹھ کر وضو کیا اور کتاب پاک لے کر پڑھا: طٰهٰ o مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی o [1] یہاں تک کہ آپ اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰـہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ o [2] تک پہنچے تو حضرت عمر نے فرمایا مجھے (حضور پرنور) محمد (مصطفٰی) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلو۔ یہ سن کر حضرت خبّاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکلے اور انہوں نے کہا: مبارک ہو اے عمر! میں امید کرتا ہوں کہ تم ہی دعائے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو۔ پنج شنبہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تھی، یارب عزوجل! اسلام کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام سے قوت عطا فرما۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مکان پر آئے جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ دروازہ پر حضرت حمزہ وطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے لوگ تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ عمر ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو ان کی بھلائی منظور ہو تو ایمان لائیں ورنہ ہمیں ان کا قتل کرنا سہل ہے، حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اس

---

1 ......ترجمۂ کنزالایمان: اے محبوب ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔
(پ۱۶، طٰہٰ: ۱، ۲)

2 ......ترجمۂ کنزالایمان: بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔ (پ۱۶، طٰہٰ: ۱۴)

وقت وحی آرہی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم باہر تشریف لائے اور حضرت عمر کے کپڑے اور تلوار کی حمائل پکڑ کر فرمایا: اے عمر! تو باز نہیں آتا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر وہ عذاب ورسوائی نازل فرمائے جو ولید ابن مغیرہ پر نازل فرمائی۔ حضرت عمر نے عرض کیا: اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔ (1)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں نے قرآن شریف پڑھا اسی وقت اس کی عظمت میرے دل میں اثر کرگئی اور میں نے کہا کہ بدنصیب قریش ایسی پاکیزہ کتاب سے بھاگتے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد آپ باجازت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دو صفیں بنا کر نکلے۔ ایک صف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسری میں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ پہلا دن تھا کہ مسلمان اس اعلان اور شوکت کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئے، کفارِ قریش دیکھ دیکھ کر جل رہے تھے اور انھیں نہایت صدمہ تھا۔ آج اس ظہورِ اسلام اور حق وباطل میں فرق وامتیاز ہوجانے پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ (2)

ابن ماجہ وحاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے۔ حضرت جبریل علیہ السلام بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم اہلِ آسمان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کی خوشیاں منارہے ہیں۔ (3)

---

1 ......تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب، فصل فی الاخبار الواردۃ فی اسلامہ، ص۸۷۔ ۸۸

2 ......تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب، فصل فی الاخبار الواردۃ...الخ،ص ۹۰ ملخصاً

3 ......سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فی فضائل اصحاب رسول اللّٰہ،فضل عمر، الحدیث:۱۰۳، ج۱، ص۷۶

ابن عساکر نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، آپ نے فرمایا کہ میں جہاں تک جانتا ہوں جس کسی نے بھی ہجرت کی چھپ کر ہی کی۔ بجز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کے، آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ہجرت کی یہ شان تھی کہ مسلح ہو کر خانہ کعبہ میں آئے، کفار کے سردار وہاں موجود تھے، آپ نے سات مرتبہ بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور مقام ابراہیم میں دو رکعتیں ادا کیں پھر قریش کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور للکار کر فرمایا کہ جو اس کے لئے تیار ہو کہ اس کی ماں اسے روئے اور اس کی اولاد یتیم ہو، بیوی رانڈ ہو وہ میدان میں میرے مقابل آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے یہ کلمات سن کر ایک سناٹا ہو گیا کفار میں سے کوئی جنبش نہ کر سکا۔ (1)

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فضیلت میں بہت کثرت سے حدیثیں وارد ہوئیں اور ان میں بڑی جلیل فضیلتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ حتیٰ کہ ترمذی وحاکم کی صحیح حدیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ممکن ہوتا، حضرت عمر بن خطاب ہوتے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اس سے جلالت و منزلت و رفعتِ درجت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ظاہر ہے۔ ابن عساکر کی حدیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کا ہر فرشتہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی توقیر کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان ان کے خوف سے لرزتا ہے۔ (2)

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ

---

1 ......تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب، فصل فی ھجرتہ رضی اللّٰہ عنہ، ص ۹۱

2 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب، الحدیث: ۳۷۰۶، ج ۵، ص ۳۸۵

و تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب، فصل فی الاحادیث الواردۃ...الخ، ص ۹۳

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا۔(1)

طبرانی وحاکم نے روایت کی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا علم میزان کے ایک پلّے میں رکھا جائے اور روئے زمین کے تمام زندہ لوگوں کے علوم ایک پلّہ میں تو یقیناً حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا علم ان سب کے علوم سے زیادہ وزنی ہوگا۔ ابواسامہ نے کہا جانتے ہو ابوبکر وعمر کون ہیں یہ اسلام کے پدر و مادر ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: میں اُس سے بری و بیزار ہوں جو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ذکر بدی کے ساتھ کرے۔(2)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کرامات

آپ کے کرامات بہت ہیں ان میں سے چند مشہور کرامتیں ذکر کی جاتی ہیں:

بیہقی وابونعیم وغیرہ محدثین نے بطریقِ معتبر روایت کیا کہ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اثناء خطبہ میں تین مرتبہ فرمایا: یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلَ حاضرین مُتَحَیِّر و مُتَعَجِّب ہوئے کہ اَثناءِ خطبہ میں یہ کیا کلام ہے۔ بعد کو آپ سے دریافت کیا گیا کہ آج آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خطبہ فرماتے فرماتے یہ کیا کلمہ فرمایا؟ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ لشکرِ اسلام جو ملک عجم میں مقامِ نِہاوَنْد میں کفار کے ساتھ مصروفِ پیکار ہے میں نے

1 ……المعجم الاوسط للطبرانی، الحدیث:٦٧٢٦،ج٥،ص١٠٢

2 ……المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث:٨٨٠٩،ج٩،ص١٦٣

وتاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب، فصل فی اقوال الصحابۃ والسلف فیه،ص٩٦

دیکھا کہ کفار اس کو دونوں طرف سے گھیر کر مارنا چاہتے ہیں۔ ایسی حالت میں مَیں نے پکار کر کہہ دیا کہ اے ساریہ! جبل۔ یعنی پہاڑ کی آڑلو۔ یہ سن کر لوگ منتظر رہے کہ لشکر سے کوئی خبر آئے تو تفصیلی حال دریافت ہو۔ کچھ عرصہ کے بعد ساریہ کا قاصد خط لے کر آیا اس میں تحریر تھا کہ جمعہ کے روز دشمن سے مقابلہ ہو رہا تھا خاص نماز جمعہ کے وقت ہم نے سنا: ''یَا سَارِیَۃُ الْجَبَلُ'' یہ سن کر ہم پہاڑ سے مل گئے اور ہمیں دشمن پر غلبہ حاصل ہوا یہاں تک کہ دشمن کو ہزیمت ہوئی۔ (1)

سبحان اللہ! خلیفۂ اسلام کی نظر مدینۂ طیبہ سے نِہا وَنْد میں لشکر کو ملاحظہ فرمائے اور یہاں سے ندا کرے تو لشکر کو اپنی آواز سنائے نہ کوئی دوربین ہے نہ ٹیلیفون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی سچی غلامی کا صدقہ ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ابو القاسم نے اپنی ''فوائد'' میں روایت کی کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس ایک شخص آیا، آپ نے اس کا نام دریافت فرمایا: کہنے لگا: میرا نام جمرہ (اخگر) ہے۔ فرمایا: کس کا بیٹا؟ کہا: ابن شہاب (آتش پارہ) کا، فرمایا: کن لوگوں میں سے ہے؟ کہا: حرقہ (سوزش) میں سے، فرمایا: تیرا وطن کہاں ہے؟ کہا: حرہ (تپش)، فرمایا: اس کے کس مقام پر؟ کہا: ذات لظی (شعلہ وار) میں، فرمایا: اپنے گھر والوں کی خبر لے سب جل گئے، لوٹ کر گھر آیا تو سارا کنبہ جلا پایا۔ (2)

ابو الشیخ نے ''کتاب العظمۃ'' میں روایت کی ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو ایک روز اہلِ مصر نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر! ہمارے دریائے نیل کی ایک رسم ہے جب تک اس کو ادا نہ کیا جائے دریا جاری نہیں رہتا انہوں

1 ...... تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب فصل فی کراماتہ، ص ۹۹

2 ...... تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب فصل فی کراماتہ، ص ۱۰۰

نے دریافت کیا: کیا؟ کہا: اس مہینے کی گیارہ تاریخ کو ہم ایک کنواری لڑکی کو اس کے والدین سے لے کر عمدہ لباس اور نفیس زیور سے سجا کر دریائے نیل میں ڈالتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اسلام میں ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا اور اسلام پرانی واہیات رسموں کو مٹاتا ہے۔ پس وہ رسم موقوف رکھی گئی اور دریا کی روانی کم ہوتی گئی یہاں تک کہ لوگوں نے وہاں سے چلے جانے کا قصد کیا، یہ دیکھ کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تمام واقعہ لکھ بھیجا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا: تم نے ٹھیک کیا۔ بے شک اسلام ایسی رسموں کو مٹاتا ہے۔ میرے اس خط میں ایک رقعہ ہے اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔ عمرو بن عاص کے پاس جب امیر المؤمنین کا خط پہنچا اور انہوں نے وہ رقعہ اس خط میں سے نکالا تو اس میں لکھا تھا: ''از جانب بندۂ خدا عمر امیر المؤمنین بسوئے نیلِ مصر بعد از حمد وصلوٰۃ آنکہ اگر تو خود جاری ہے تو نہ جاری ہو اور اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا تو میں اللہ واحد قہار سے درخواست کرتا ہوں کہ تجھے جاری فرمادے۔'' عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رقعہ دریائے نیل میں ڈالا ایک شب میں سولہ گز پانی بڑھ گیا اور بھینٹ چڑھانے کی رسم مصر سے بالکل موقوف ہوگئی۔ (1)

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زہد وورع، تواضع وحلم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ گیارہ لقمے سے زیادہ طعام ملاحظہ نہ فرماتے۔ (2)

1 ......تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب فصل فی کراماته، ص ۱۰۰

2 ...... احیاء العلوم، کتاب کسر الشہوتین، بیان طریق الریاضة...الخ، ج۳، ص ۱۱۱ (وفیہ سبع لقم او تسع لقم۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قمیص مبارک میں دوشانوں کے درمیان چار پیوند لگے تھے۔ (1)

یہ بھی روایت ہے کہ شام کے ممالک جب فتح ہوئے اور آپ نے ان ممالک کو اپنے قدوم مِیمَنَت لُزوم سے سرفراز فرمایا اور وہاں کے امراء وعظماء آپ کے استقبال کیلئے آئے اس موقع پر آپ اپنے شتر پر سوار تھے، آپ کے خواص وخدام نے عرض کیا: اے امیر المومنین! رضی اللہ تعالٰی عنہ شام کے اکابر واشراف حضور کی ملاقات کیلئے آرہے ہیں مناسب ہوگا کہ حضور گھوڑے پر سوار ہوں تاکہ آپ کی شوکت وہیبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہو، فرمایا: اس خیال میں نہ رہیئے کام بنانے والا اور ہی ہے۔ سبحان اللہ!

ایک مرتبہ قیصرِ روم کا قاصد مدینہ طیبہ میں آیا اور امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو تلاش کرتا تھا تاکہ بادشاہ کا پیام آپ کی خدمت میں عرض کرے، لوگوں نے بتایا کہ امیر المومنین مسجد میں ہیں، مسجد میں آیا دیکھا کہ ایک صاحب موٹے پیوند زدہ کپڑے پہنے ایک اینٹ پر سر رکھے لیٹے ہیں، یہ دیکھ کر باہر آیا اور لوگوں سے امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا پتہ دریافت کرنے لگا، کہا گیا: مسجد میں تشریف فرما ہیں، کہنے لگا: مسجد میں تو سوائے ایک دَلَق پوش کے کوئی نہیں۔ صحابہ علیہم الرضوان نے کہا: وہی دلق پوش ہمارا امیر خلیفہ ہے ؎

بر در میکدہ رِندانِ قلندر باشند   کہ ستانند ودِہند افسر شاہنشاہی
خشت زیر سر وبر تارک ہفت اختر پائے   دست قدرت نگر ومنصب صاحب جاہی

قیصر کا قاصد پھر مسجد میں آیا اور غور سے امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چہرۂ مبارک کو

---

1 ……تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب، فصل فی نبذ من سیرتہ، ص۱۰۲

دیکھنے لگا دل میں محبت و ہیبت پیدا ہوئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقانیت کا پرتو اس کے دل میں جلوہ گر ہوا۔

مہر و ہیبت ہست ضدِّ یک دگر   ایں دو ضد را جمع دید اندر جگر
گفت با خود من شہاں را دیدہ ام   گرد سلطاں راہمہ گر دیدہ ام
از شہانم ہیبت و ترسے نبود   ہیبت ایں مرد ہوشم در ربود
رفتہ ام در بیشۂ و شیر و پلنگ   روئے من ز ایشاں نگر دانند رنگ
بس شدم اندر مصافِ کار زار   ہمچو شیراں دم کہ باشد کار زار
بسکہ خوردم بس زدم زخمِ گراں   دل قوی تر بودہ ام از دیگراں
بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمیں   من بہفت اندام لرزاں ایں چنیں
ہیبتِ حق ست ایں از خلق نیست   ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھا۔ آپ جب بعَزْمِ حج مدینۂ طیّبہ سے روانہ ہوئے آمد و رفت میں امراء و خلفاء کی طرح آپ کے لئے خیمہ نصب نہ کیا گیا، راہ میں جہاں قیام فرماتے اپنے کپڑے اور بستر کسی درخت پر ڈال کر سایہ کر لیتے۔ (1)

ایک روز بر سرِ منبر مَوْعِظَت فرما رہے تھے۔ مہر کا مسئلہ زیرِ بحث آیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مہر گراں نہ کیے جائیں اور چالیس اوقیہ سے مہر زیادہ مقرر نہ کیا جائے۔ (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) کیونکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی

---

1 ......الرياض النضرة فى مناقب العشرة، الباب الثانى...الخ، الفصل الثامن فى شهادة النبى...الخ،ذكر زهده، ج ١، الجزء ٢، ص ٣٦٨

ازواج کا مہر چالیس اوقیہ سے زیادہ نہ فرمایا لہٰذا جو کوئی آج کی تاریخ سے اس سے زیادہ مہر مقرر کرے گا وہ زیادتی بیت المال میں داخل کر لی جائے گی۔ ایک ضعیفہ عورتوں کی صف سے اٹھی اور اس نے عرض کیا: اے امیر المومنین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا کہنا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منصب عالی کے لائق نہیں، مہر اللہ تعالیٰ نے عورت کا حق کیا ہے وہ اس کے لیے حلال ہے اس کا کوئی جزو اس سے کس طرح لیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اٰتَیۡتُمۡ اِحۡدٰھُنَّ قِنۡطَارًا فَلَا تَاۡخُذُوۡا مِنۡهُ شَیۡـًٔا ؕ (1) آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً بے دریغ دادِ انصاف دی اور فرمایا: اِمۡرَاَۃٌ اَصَابَتۡ وَرَجُلٌ اَخۡطَاَ عورت ٹھیک پہنچی اور مرد نے خطا کی۔ پھر منبر پر اعلان فرمایا کہ عورت صحیح کہتی ہے میری غلطی تھی جو چاہو مہر مقرر کرو اور فرمایا: اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِیۡ کُلُّ اِنۡسَانٍ اَفۡقَهُ مِنۡ عُمَرَ۔ یارب! عزوجل میری مغفرت فرما، ہر شخص عمر سے زیادہ دانا ہے۔ سبحان اللہ! زہے عدل و داد و خہے عجز و انکسار۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماہِ جمادی الآخری ۱۳ھ میں مسند آرائے سریرِ خلافت ہوئے۔ دس سال چند ماہ امور خلافت کو انجام دیا۔ اس دہ سالہ خلافت کے ایام نے سلاطینِ عالم کو متحیر کر دیا ہے۔ زمین عدل و داد سے بھر گئی، دنیا میں راستی و دیانت داری کا سکہ رائج ہوا، مخلوقِ خدا کے دلوں میں حق پرستی و پاکبازی کا جذبہ پیدا ہوا، اسلام کے برکات سے عالم فیض یاب ہوا، فتوحات اس کثرت سے ہوئیں کہ آج تک ملک و سلطنت کے والی و سپاہ و لشکر کے مالک حیرت میں ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکروں نے جس طرف قدم اٹھایا فتح و ظفر قدم چومتی

(1)...... ترجمۂ کنز الایمان: اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔ (پ ۴، النسآء: ۲۰)

گئی، بڑے بڑے فریدوں فَرْ شہریاروں کے تاج قدموں میں روندے گئے۔ مما لک و بِلا داس کثرت سے قبضہ میں آئے کہ ان کی فہرست لکھی جائے تو صفحے کے صفحے بھرجائیں، رعب وہیبت کا یہ عالم تھا کہ بہادروں کے زَہرے نام سن کر پانی ہوتے تھے، جنگ جویان صاحبِ ہنر کانپتے اور تھراتے تھے، قاہر سلطنتیں خوف سے لرزتی تھیں۔ بایں ہمہ فرداقبال ورعب وسَطْوَت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درویشانہ زندگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ رات دن خوفِ خداعزوجل میں روتے روتے رخساروں پرنشان پڑ گئے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے عہد میں سنہ ہجری مقرر ہوا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے دفتر و دیوان کی بنیاد ڈالی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے بیت المال بنایا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے تمام بلادواَمْصار میں تراویح کی جماعتیں قائم فرمائیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے شب کے پہرہ دار مقرر کئے جوارت کو پہرہ دیتے تھے۔ یہ سب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خصوصیتیں ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ان میں سے کوئی بات نہ تھی۔ (1)

ابن عساکر نے اسماعیل بن زیاد سے روایت کی کہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مسجدوں پر گزرے جن پر قندیلیں روشن تھیں، انھیں دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کو روشن فرمائے جنہوں نے ہماری مسجدوں کو منور کردیا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نے یہود کو حجاز سے نکالا۔ (2)

---

1 ......تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ، فصل فی خلافتہ، ص ۱۰۴ و فصل فی اولیات عمر رضی اللہ عنہ، ص ۱۰۸

2 ......تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ، فصل فی اولیات عمر رضی اللہ عنہ، ص ۱۰۹

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کرامات اور فضائل بہت زیادہ ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بہت احادیث وارد ہیں۔ ذی الحجہ ۲۳ھ میں آپ ابولولو مجوسی کے ہاتھ سے مسجد میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ زخم کھانے کے بعد آپ نے فرمایا: ''کَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَقْدُوْرًا'' اور فرمایا: اللہ عزوجل کی تعریف جس نے میری موت کسی مدعیٔ اسلام کے ہاتھ پر نہ رکھی۔ بعدِ وفات شریف باجازت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب روضۂ قدسیہ کے اندر پہلوئے صدیق میں مدفون ہوئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امر خلافت کو شوریٰ پر چھوڑا، وفات شریف کے وقت اَرْجَح اقوال پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف تریسٹھ سال کی تھی آپ کی مُہر کا نقش تھا: کَفٰی بِالْمَوْتِ وَاعِظًا۔ (1)

خلیفۂ سوم

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا نسب نامہ عثمان بن عفان ابن ابی العاص ابن اُمیّہ ابن عبدِ شمس ابن عبدِ مناف ابن قُصَیّ بن کلاب ابن مُرَّہ ابن کعب ابن لُؤَیّ ابن غالب ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت عامِ فیل سے چھٹے سال ہوئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدیمُ الاسلام ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی دعوت حضرت صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں ہجرتیں فرمائیں پہلے حبشہ کی طرف دوسرے مدینۂ طیِّبہ کی طرف۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں حضورِ انور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔ پہلے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان کے ساتھ نبوت سے قبل نکاح ہوا اور انہوں نے غزوۂ

(1) ......تاریخ الخلفاء، عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ عنہ، فصل فی خلافتہ، ص۱۰۶۔۱۰۸ ملتقطاً

بدر کے زمانہ میں وفات پائی اور انھیں کی تیمارداری کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجازتِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مدینۂ طیّبہ میں رہ گئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا سَہم و اَجر بحال رکھا اور اسی وجہ سے وہ بدریوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جس روز بدر میں مسلمانوں کی فتح پانے کی خبر مدینۂ طیّبہ میں پہنچی اسی دن حضرت رقیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دفن کیا گیا تھا۔ اس کے بعد حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کے نکاح میں دیا جن کی وفات ۹ھ میں ہوئی۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا دنیا میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کے نکاح میں کسی نبی کی دو صاحبزادیاں آئی ہوں، اسی لئے آپ کو ''ذوالنورین'' کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سابقین اوّلین اور اوّل مہاجرین عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں اور ان صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جمعِ قرآن کی عزت عطا فرمائی۔ (1)

حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جس کو ملاءِ اعلیٰ میں ''ذوالنورین'' پکارا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اروٰی بنت کریز ابن ربیعہ ابن حبیب بن عبدِ شمس ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نانی امِ حکیم بیضاء بنت عبد المطلب ابن ہاشم ہیں جو حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کی تُواَمہ یعنی ان کے ساتھ پیدا ہونے والی بہن ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت حسین وجمیل خوبرو تھے۔ (2)

---

1 ......تاریخ الخلفاء، عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ، ص۱۱۸ملخصاً

2 ......تاریخ الخلفاء، عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ، ص۱۰۹ملتقطاً

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اسلام لانے کے بعدان کوان کے چچا حَکم ابن ابی العاص ابن اُمیّہ نے پکڑ کر باندھ دیا اور کہا کہ تم اپنے آباواجداد کا دین چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کرتے ہو، بخدا! میں تم کو نہ چھوڑوں گا جب تک تم اس دین کو نہ چھوڑو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں اس دین کو کبھی نہ چھوڑوں گا اور اس سے کبھی جدا نہ ہوں گا۔ حَکم نے آپ کا یہ زبردست اِسْتِقْلال دیکھ کر چھوڑ دیا۔ (1)

جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ دربارِ رسالت میں حاضر ہوتے، حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اپنے لباس مبارک کو خوب درست فرماتے اور ارشاد فرماتے: میں اس شخص سے کیوں نہ حیا کروں جس سے ملائکہ شرماتے ہیں۔ (2)

ترمذی نے عبدالرحمٰن بن خباب سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم جیشِ عسرت کے لئے ترغیب فرمارہے تھے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں سو اونٹ مع باررِاہِ خدا میں پیش کروں گا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے پھر لوگوں کو ترغیب فرمائی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا: میں دوسو اونٹ مع سامان حاضر کروں گا۔ پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ترغیب فرمائی، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ ہی نے عرض کیا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں تین سو اونٹ مع ان کے تمام اسباب کے ساتھ پیش کشِ خدمت کروں گا۔ اب حضور

---

1 ......تاریخ الخلفاء، عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ، ص ۱۲۰

2 ......تاریخ الخلفاء، عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ، فصل فی الاحادیث الواردۃ فی فضلہ...الخ، ص ۱۲۰

علیہ الصلوۃ والسلام نے منبر سے نزول فرمایا اور یہ فرمایا کہ اس کے بعد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نہیں جو کچھ کرے۔(1)

مراد یہ تھی کہ یہ عمل خیر ایسا اعلیٰ اور اتنا مقبول ہے کہ اب اور نوافل نہ کریں جب بھی یہ ان کے مدارجِ عُلیا کیلئے کافی ہے اور اس مقبولیت کے بعد اب انھیں کوئی اندیشۂ ضرر نہیں ہے۔ان کلمات مبارکہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اور بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بیعتِ رضوان کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود نہ تھے، حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انھیں مکہ مکرمہ بھیجا تھا بیعت کے وقت یہ فرما کر کہ ''عثمان اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کام میں ہیں۔'' اپنے ہی ایک دستِ مبارک کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے دستِ اقدس میں لے لیا۔(2)

بیعت کی یہ شان حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امتیاز وقربِ خاص کا اظہار کرتی ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری عہد میں ایک جماعت مقرر فرمادی تھی جس کے ارکان یہ حضرات تھے۔حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خلیفہ کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑا تھا۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت

---

(1)......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث: ۳۷۲۰، ج۵، ص ۳۹۱

(2)......تاریخ الخلفاء، عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ، فصل فی الاحادیث الواردۃ فی فضلہ...الخ، ص ۱۲۱

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلوت میں کہا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ کی رائے کس کے لئے ہے؟ فرمایا: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے۔ اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا: آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا۔ پھر اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا انہوں نے فرمایا: علی یا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ پھر سعد سے کہا کہ تم تو خلافت چاہتے نہیں اب بتاؤ رائے کس کے حق میں ہے؟ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لیا۔ پھر عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اَعْیان سے مشورہ لیا، کثرتِ رائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں ہوئی اور آپ باتفاقِ مسلمین خلیفہ ہوئے۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن سے تین روز بعد آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی گئی۔ (1)

آپ کے عہدِ مبارک میں رے اور روم کے کئی قلعے اور سابور اور ارجان اور دارابجرد اور افریقہ اور اندلس، قبرص، جور اور خراسان کے بلاد کثیرہ اور نیشاپور اور طوس اور سرخس اور مرو اور بَیْہَق فتح ہوئے۔ (2)

۲۶ھ میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد حرام (کعبۂ مقدسہ) کی توسیع فرمائی اور ۲۹ھ میں مسجد مدینہ طیبہ کی توسیع کی اور حجارۂ منقوشہ سے بنایا، پتھر کے ستون قائم کیے، سال کی چھت بنائی طول (۱۶۰) گز اور عرض (۱۵۰) گز کیا، بارہ سال امورِ خلافت سر انجام فرما کر ۳۵ھ میں شہادت پائی۔ (3) رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

---

1 ......تاريخ الخلفاء، عثمان بن عفان رضى اللّٰه عنه، فصل فى خلافته، ص ۱۲۲ ملخصاً

2 ......تاريخ الخلفاء، عثمان بن عفان رضى اللّٰه عنه، فصل فى خلافته، ص ۱۲۳۔۱۲۴ ملتقطاً

3 ......تاريخ الخلفاء، عثمان بن عفان رضى اللّٰه عنه، فصل فى خلافته، ص ۱۲۳۔۱۲۴ ملتقطاً

جب باغیوں نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محل کو گھیر لیا اس وقت آپ سے مقابلہ کے لیے عرض کیا گیا اور قوت آپ کی زیادہ تھی مگر آپ نے قبول نہ فرمایا، عرض کیا گیا کہ مکہ مکرمہ یا اور کسی مقام پر تشریف لے جائیں، یہ بھی منظور نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قرب چھوڑنے کی تاب نہیں رکھتا۔ جس روز سے آپ نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی اس روز سے دمِ آخر تک اپنا داہنا ہاتھ اپنی شرمگاہ کو نہ لگایا کیونکہ یہ ہاتھ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس میں دیا گیا تھا۔ روزِ اسلام سے روزِ وفات تک کوئی جمعہ ایسا نہ گزرا کہ آپ نے کوئی غلام آزاد نہ کیا ہو اگر کبھی جمعہ کو آپ کے پاس کوئی بَرْدَہ نہ ہوا تو بعد جمعہ کے آزاد کر دیا۔ (1)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ایامِ تشریق میں ہوئی اور آپ شنبہ کی شب میں مغرب وعشاء کے درمیان بقیع شریف میں مدفون ہوئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر بیاسی سال کی ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی نماز حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھی اور انھوں نے آپ کو دفن کیا اور یہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت تھی۔ (2)

ابن عساکر نے یزید بن حبیب سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں: مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یورِش کرنے والوں میں سے اکثر لوگ مجنون و دیوانہ ہو گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پہلا فتنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہید کیا جانا ہے اور آخرِ فِتَن دجال کا خروج۔ (3)

1 ......تاریخ الخلفاء، عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ، فصل فی خلافتہ، ص۱۲۸ ملخصاً

2 ......تاریخ الخلفاء، عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ، فصل فی خلافتہ، ص۱۲۸۔۱۲۹ ملخصاً

3 ......تاریخ الخلفاء، عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ، فصل فی خلافتہ، ص۱۲۹

غرض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت نے ایک عجیب ہیجان پیدا کردیا اور وہ اس سے خائف ہوگئے اور سمجھنے لگے کہ اب فتنوں کا دروازہ کھلا اور دین میں رخنے پیدا ہونے شروع ہوئے۔ حضرت سَمُرَہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام ایک محکم قلعہ میں محفوظ تھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت اسلام میں پہلا رخنہ ہے اور ایسا رخنہ جس کا انسداد قیامت تک نہ ہوگا۔(1)

حضرت حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت کے وقت حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ وہاں تشریف نہیں رکھتے تھے، جنگ جمل میں حضرتِ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: یارب! عزوجل میں تیرے حضور میں خون عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قتل کے روز میرا طائرِ عقل پرواز کر گیا تھا۔ لوگ میرے پاس بیعت کو آئے تو میں نے کہا کہ بخدا! میں ایسی قوم کی بیعت کرنے سے شرماتا ہوں جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کیا اور مجھے اللہ تعالٰی سے شرم آتی ہے کہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دفن سے پہلے بیعت میں مصروف ہوں۔ لوگ پھر گئے۔ لوٹ کر آئے پھر انہوں نے مجھ سے بیعت کی درخواست کی تو میں نے کہا: یارب! عزوجل میں اس سے خائف ہوں جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ پر پیش آیا۔ پھر ارادۂ الٰہی غالب آیا اور مجھے بیعت لینا پڑی۔ لوگوں نے جب مجھ سے کہا: یا امیر المومنین! رضی اللہ تعالٰی عنہ تو یہ کلمہ سن کر میرے دل میں چوٹ لگی۔(2) اس وقت حضرت مولٰی علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضرت

---

1 ......تاریخ الخلفاء،عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ، فصل فی خلافتہ،ص۱۲۹

2 ......تاریخ الخلفاء،عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنہ، فصل فی خلافتہ،ص۱۲۹

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یاد آئے اور اپنی نسبت یہ کلمہ سننا باعثِ ملالِ خاطِر ہوا۔اس سے اس محبت کا پتہ چلتا ہے جو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہے اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ہنگامے کو روکنے کے لئے پوری کوشش فرمائی اور اپنے دونوں صاحبزادوں سیدنا حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر تلواریں لے کر حفاظت کے لیے بھیج دیا تھا لیکن جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اور جس کی خبریں حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھیں اس کو کون رفع کرسکتا ہے۔

خلیفۂ چہارم

امیر المومنین حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی علی، کنیت ابوالحسن، ابوتراب ہے۔آپ کے والد حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابوطالب ہیں۔آپ نوعمروں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔اسلام لانے کے وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف کیا تھی اس میں چند اقوال ہیں: ایک قول میں آپ کی عمر پندرہ سال کی، ایک میں سولہ کی، ایک میں آٹھ کی، ایک میں دس کی، اگرچہ عمر کے باب میں چند قول ہیں مگر اس قدر یقینی ہے کہ ابتدائے عمر میں بلوغ کے متصل ہی آپ دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بت پرستی نہیں کی جس طرح کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبھی بت پرستی کے ساتھ مُلَوَّث نہ ہوئے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں جن کے لیے جنت کا وعدہ دیا گیا اور علاوہ چچازاد ہونے کے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضورِ اکرم نبیٔ کریم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عزت مُواخات بھی ہے۔اور سیدۂ نساءِ عالمین خاتون جنت حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ کا عقدِ نکاح ہوا۔آپ سابقین اولین اور علماءِ ربانیین میں سے ہیں۔جس طرح شجاعت بَسالَت میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نامِ نامی شہرۂ عالم ہے،عرب وعجم برو بحر میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زور وقوت کے سکے بیٹھے ہوئے ہیں،آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہیبت ودبدبہ سے آج بھی جوان مردانِ شیر دل کانپ جاتے ہیں اسی طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زہد و ریاضت اَطراف واَکنافِ عالم میں وظیفۂ خاص وعام ہے۔کروڑوں اولیا رحمہم اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینۂ نور گنجینہ سے مستفیض ہیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد ہدایت نے زمین کو خدا پرستوں کی طاعت و ریاضت سے بھر دیا ہے۔خوش بیان فصحا اور معروف خطبا میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند پایہ ہیں۔جامعینِ قرآنِ پاک میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی نورانی حرفوں کے ساتھ چمکتا ہے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی ہاشم میں پہلے خلیفہ ہیں اور سبطین کریمین حسنین جمیلین سعیدین شہیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والدِ ماجد ہیں۔سادات کرام اور اولادِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ پروردگار عالم عزوجل نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاری فرمایا،آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبوک کے سوا تمام مَشاہِد میں حاضر ہوئے۔جنگِ تبوک کے موقع پر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ پر خلیفہ بنایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ تمہیں ہماری بارگاہ میں وہ مرتبہ حاصل ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حضرت ہارون کو۔(1) (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے چند مقاموں میں آپ کو لوا (جھنڈا) عطا

---

(1)......تاریخ الخلفاء،علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ،ص ۱۳۲-۱۳۳ ماخوذاً

فرمایا خصوصاً روزِ خیبر اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ ان کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس روز قلعۂ خیبر کا دروازہ اپنی پشت پر رکھا اور اس پر مسلمانوں نے چڑھ کر قلعہ کو فتح کیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اسے کھینچنا چاہا تو چالیس آدمیوں سے کم اس کو نہ اٹھا سکے۔ جنگوں میں آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کارنامے بہت ہیں۔ (1)

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اپنے ناموں میں ابوتراب بہت پیارا معلوم ہوتا تھا اور اس نام سے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت خوش ہوتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ایک روز آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ مسجد شریف کی دیوار کے پاس لیٹے ہوئے تھے۔ پشتِ مبارک کو مٹی لگ گئی تھی، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی پشتِ مبارک سے مٹی جھاڑ کر فرمایا: اِجۡلِسۡ اَبَا تُرَاب۔ (2) یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا عطا فرمایا ہوا خطاب آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ہر نام سے پیارا معلوم ہوتا تھا اور آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس نام سے سلطانِ کونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے لطف وکرم کے مزے لیتے تھے۔

آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فضائل ومحامد بہت زیادہ ہیں۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مدینہ طیبہ میں اہل بیت کی حفاظت کیلئے چھوڑا حضرت مولیٰ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں خلیفہ بناتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تمہیں میرے دربار میں وہ مرتبت حاصل ہو جو حضرت ہارون کو دربار حضرت

1 ......تاریخ الخلفاء، علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ، ص ۱۳۲۔۱۳۳ ملخصاً

2 ......تاریخ الخلفاء، علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ، ص ۱۳۳

موسیٰ میں تھی (علیہما الصلوٰۃ والسلام) بجز اس بات کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آیا۔ (1)

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے روزِ خیبر فرمایا کہ میں کل جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالٰی فتح فرمائے گا اور وہ اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ و رسول عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ اس مژدۂ جانفزا نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تمام شب امید کی ساعتیں شمار کرنے میں مصروف رکھا۔ آرزومند دلوں کو رات کاٹنی مشکل ہوگئی اور مجاہدین کی نیندیں اڑ گئیں۔ ہر دل آرزومند تھا کہ اس نعمت عظمٰی و کبریٰ سے بہرہ مند ہو اور ہر آنکھ منتظر تھی کہ صبح کی روشنی میں سلطان دارین فتح کا جھنڈا کس کو عطا فرماتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی شب بیدار تمنائی امیدوں کے ذخائر لئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور ادب کے ساتھ دیکھنے لگے کہ کریم ذرہ پرور کا دستِ رحمت کس سعادت مند کو سرفراز فرماتا ہے۔ محبوبِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے لبِ مبارک کی جنبش پر ارمان بھری نگاہیں قربان ہو رہی تھیں، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اَیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ علی ابن ابی طالب کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا: وہ بیمار ہیں، ان کی آنکھوں پر آشوب ہے۔ بُلانے کا حکم دیا گیا اور علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دہن مبارک کے حیات بخش لعاب سے ان کی چشمِ بیمار کا علاج فرمایا اور برکت کی دعا کی، دعا کرنا تھا کہ نہ درد باقی رہا نہ کھٹک نہ سرخی نہ ٹپک، آن کی آن میں ایسا آرام ہوا کہ گویا کبھی بیمار نہ ہوئے تھے اس

---

(1)......صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللّٰہ عنہم، باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث: ٢٤٠٤، ص ١٣١٠

کے بعد ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔(1)

ترمذی ونسائی وابن ماجہ نے حبشی بن جنادہ سے روایت کی، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عَلِیٌّ مِّنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ (2) (علی مجھ سے ہے اور میں علی سے) اس سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا کمالِ قرب بارگاہِ رسالت مآب سے ظاہر ہوتا ہے۔

امام مسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کی قسم کہ جس نے دانہ کو پھاڑا اور اس کو روئیدگی عنایت کی اور جانوں کو پیدا کیا بے شک مجھے نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ مجھ سے ایماندار محبت کریں گے اور منافق بغض رکھیں گے۔(3)

ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض رکھنا منافق کی علامت تھی اسی سے ہم منافق کو پہچان لیتے تھے۔(4)

حاکم نے حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی فرماتے ہیں: مجھے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا، میں نے عرض

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلّی اللّٰہ علیہ و سلم، باب مناقب علی بن ابی طالب...الخ،الحدیث:۳۷۰۱، ج۲،ص۵۳۴

2 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب،باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث:۳۷۴۰،ج۵،ص۴۰۱

3 ......صحیح مسلم، کتاب الایمان،باب الدلیل علی ان حب الانصار وعلی رضی اللّٰہ عنہم...الخ،الحدیث:۷۸،ص۵۵

4 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب،باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث:۳۷۳۷،ج۵،ص۴۰۰

کیا: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں کم عمر ہوں قضا جانتا نہیں، کام کس طرح انجام دے سکوں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ میں مار کر دعا فرمائی، پروردگار عزوجل کی قسم! معاملہ کے فیصل کرنے میں مجھے شبہہ بھی تو نہ ہوا۔ (1)

صحابۂ کبار علیہم الرضوان حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اَقضا جانتے تھے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فیض ہے کہ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ میں دست مبارک لگایا اور وہ علمِ قضا میں کامل اور اقران میں فائق ہوگئے۔ جسکے ہاتھ لگانے سے سینے علوم کے گنجینے بن جائیں اس کے علوم کا کوئی کیا بیان کرسکتا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے حق میں بہت سی آیتیں نازل ہوئیں۔ (2)

طبرانی وحاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو دیکھنا عبادت ہے۔ (3)

ابو یعلی و بزار نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ

---

1 ......المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، كان اقضى اهل المدينة على بن ابى طالب، الحديث: ٤٧١٤، ج٤، ص١٠٨
وتاريخ الخلفاء، على بن ابى طالب رضى الله تعالى عنه، فصل فى الاحاديث الواردة فى فضله، ص١٣٥

2 ......تاريخ الخلفاء، على بن ابى طالب رضى الله تعالى عنه، فصل فى الاحاديث الواردة فى فضله، ص١٣٦

3 ......المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، النظر الى على عبادة، الحديث: ٤٧٣٧، ج٤، ص١١٨
وتاريخ الخلفاء، على بن ابى طالب رضى الله تعالى عنه، فصل فى الاحاديث الواردة فى فضله، ص١٣٦

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ (1)

بزار اور ابو یعلیٰ اور حاکم نے حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کی، آپ نے فرمایا کہ مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک مناسبت ہے ان سے یہود نے یہاں تک بغض کیا کہ ان کی والدہ ماجدہ پر تہمت لگائی۔ نصاریٰ محبت میں ایسے حد سے گزرے کہ ان کی خدائی کے مُعتَقِد ہو گئے۔ ہوشیار ہو جاؤ میرے حق میں بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے ایک محبّ مُفرِط جو مجھے میرے مرتبہ سے بڑھائے اور حد سے تجاوز کرے، دوسرا مُبغِض جو عداوت میں مجھ پر بہتان باندھے۔ (2)

حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ رافضی و خارجی دونوں گمراہ ہیں اور ہلاکت کی راہ چلتے ہیں، طریق قویم اور صراط مستقیم پر اہلسنت ہیں جو محبت بھی رکھتے ہیں اور حد سے تجاوز بھی نہیں کرتے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

بیعت وشہادت

ابن سعد کے قول پر حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دوسرے روز امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے دست مبارک پر مدینۂ طیّبہ میں تمام صحابہ علیہم الرضوان نے جو وہاں موجود تھے بیعت کی۔ ۳۶ھ میں جنگ جمل کا واقعہ

---

1 ......مسند ابی یعلی، مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث:٧٦٦، ج١، ص٣٢٥

2 ......مسند ابی یعلی، مسند علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہ، الحدیث:٥٣٠، ج١، ص٢٤٧

پیش آیا اور صفر ۳۷ھ میں جنگ صفین ہوئی جو ایک صلح پر ختم ہوئی اور حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کوفہ کی طرف مراجعت فرمائی اور اس وقت خوارج نے سرکشی شروع کی اور لشکر جمع کر کے چڑھائی کی۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر غالب آئے اور ان میں سے قوم کثیر واپس ہوئی اور ایک قوم ثابت رہی اور انھوں نے نَہر وان کی طرف جا کر راہزنی شروع کی۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فتنہ کی مدافعت کے لئے ان کی طرف روانہ ہوئے۔ ۳۸ھ میں آپ نے ان کو نہروان میں قتل کیا انھیں میں ذِی الثُّدَیہ کو بھی قتل کیا جس کے خروج کی خبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی تھی، خوارج میں سے ایک نامراد عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی تھا۔ اس نے برک بن عبداللہ تمیمی خارجی اور عمرو بن بکیر تمیمی خارجی کو مکہ مکرمہ میں جمع کر کے حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قتل کا معاہدہ کیا اور حضرت امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے قتل کے لئے ابن ملجم آمادہ ہوا اور ایک تاریخ معین کر لی گئی۔

مستدرک میں سُدی سے منقول ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم ایک خارجی عورت قطام نامی پر عاشق تھا۔ اس ناشاد کی شادی کا مہر تین ہزار درہم اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو قتل کرنا قرار پایا۔ چنانچہ فرزدق شاعر نے کہا ؎

فَلَمْ اَرَ مَهْرًا سَاقَهٗ ذُوْ سَمَاحَةٍ ۔۔۔ كَمَهْرِ قِطَامٍ بَيِّنًا غَيْرَ مُعْجَمٖ

ثَلَاثَةُ الَافٍ وَّ عَبْدٌ وَّ قِيْنَةٌ ۔۔۔ وَ ضَرْبُ عَلِيٍّ بِالْحُسَامِ الْمُصَمَّمٖ

فَلَا مَهْرَ اَعْلٰى مِنْ عَلِيٍّ وَّاِنْ عَلَا ۔۔۔ وَلَافِتْكَ اِلَّا دُوْنَ فِتْكِ ابْنِ مُلْجَمٖ

اب ابن ملجم کوفہ پہنچا اور وہاں کے خوارج سے ملا اور انہیں درپردہ اپنے ناپاک ارادہ کی اطلاع دی، خوارج اس کے ساتھ متفق ہوئے۔

شب جمعہ ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی مرتضٰی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سحر کے وقت بیدار ہوئے، اس رمضان میں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ دستور تھا کہ ایک شب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس، ایک شب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس، ایک شب حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس افطار فرماتے اور تین لقموں سے زیادہ تناول نہ فرماتے تھے کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے وقت میرا پیٹ خالی ہو۔

آج کی شب تو یہ حالت رہی کہ بار بار مکان سے باہر تشریف لائے اور آسمان کی طرف نظر فرماتے اور فرماتے کہ بخدا! مجھے کوئی خبر جھوٹی نہیں دی گئی یہ وہی رات ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔

صبح کو جب بیدار ہوئے تو اپنے فرزند ارجمند امیر المؤمنین امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: آج شب میں نے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور عرض کیا: یارسول اللہ! عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے آرام نہ پایا۔ فرمایا: انہیں بددعا کرو۔ میں نے دعا کی کہ یارب! عزوجل مجھے ان کے عوض ان سے بہتر عطا فرما اور انہیں میری جگہ ان کے حق میں برا دے۔ (1)

---

(1)......تاریخ الخلفاء، علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ تعالی عنہ، فصل فی مبایعۃ علی رضی اللّٰہ تعالی عنہ...الخ، ص۱۳۸-۱۴۰ ملخصاً

و الصواعق المحرقۃ، الباب التاسع، الفصل الخامس، ص۱۳۳-۱۳۵ ملتقطاً

اہلِ بیتِ نبوت

حضرات کرام خلفائے راشدین علیہم الرضوان کا ذکر کیا گیا۔ان کی ذواتِ مقدسہ مقربینِ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہیں اور حق یہ ہے کہ حضورِ انور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جس کسی کو بھی ادنیٰ سی محبت و نسبت ہے اس کی فضیلت اندازے اور قیاس سے زیادہ ہے۔اس آقائے نامدار سرکار دولت مدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اتنی نسبت کہ کوئی شخص ان کے بلدۂ طاہرہ اور شہر پاک میں سکونت رکھتا ہو اس درجہ کی ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا: مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ظُلْماً اَخَافَهُ اللّٰهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔(1)

جس نے اہل مدینہ کو ظلماً ڈرایا، اللہ تعالیٰ اس پر خوف ڈالے گا اور اس پر اللہ کی اور ملائکہ کی اور سب لوگوں کی لعنت۔(رواہ قاضی ابویعلی)

ترمذی کی حدیث میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِيْ شَفَاعَتِيْ وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِيْ۔(2)

حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جس نے عربوں سے بغض رکھا میری شفاعت میں داخل نہ ہوگا اور اس کو میری مَوَدَّت میسر نہ آئے گی۔

اتنی نسبت ایک شخص عرب کا باشندہ ہو اُس کو اِس مرتبہ پر پہنچا دیتی ہے کہ اُس سے خیانت کرنے والا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت و مَوَدَّت سے محروم ہو جاتا

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، الحديث:١٦٥٥٧، ج٥، ص ٥٦٤

2 ......سنن الترمذی، كتاب المناقب، باب مناقب فی فضل العرب، الحديث:٣٩٥٤، ج٥، ص٤٨٧

ہے تو جن برگزیدہ نفوس اور خوش نصیب حضرات کو اس بارگاہِ عالی میں قرب و نزدیکی اور اِختِصاص حاصل ہے ان کے مراتب کیسے بلند و بالا ہوں گے اسی سے آپ اہل بیت کرام علیہم الرضوان کے فضائل کا اندازہ کیجئے ان حضرات کی شان میں بہت آیتیں اور حدیثیں وارد ہوئیں:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ۚ﴿۳۳﴾ (1)	اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے رجس (ناپاکی) دور کرے اہل بیت رسول اور تمہیں پاک کرے، خوب پاک۔

اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ، حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں نازل ہوئی اور قرینہ اسکا یہ ہے کہ عَنۡکُمۡ اور اسکے بعد کی ضمیریں مذکر ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ اس کے بعد ہی ارشاد ہوا: وَاذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ (2) اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے اس لیے ان کے غلام حضرت عکرمہ بازار میں اس کی ندا کرتے تھے۔ (3)

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد خود سرکار دولت مدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات عالی صفات ہے تنہا۔ دوسرے مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت حضور کی ازواج مطہرات

---

1 ...... ترجمۂ کنز الایمان: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۳)

2 ...... ترجمۂ کنز الایمان: اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۴)

3 ...... الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردة فیهم، ص ۱۴۳

رضوان اللہ تعالیٰ علیہن کے حق میں نازل ہے علاوہ اس کے کہ اس پر آیت: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ (1) دلالت کرتی ہے یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ یہ دولت سرائے اقدس ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہن ہی کا مسکن تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب وقرابت کے وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ایک جماعت نے اسی پر اعتماد کیا اور اسی کو ترجیح دی اور ابن کثیر نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ (2)

احادیث پر جب نظر کی جاتی ہے تو مفسرین کی دونوں جماعتوں کو ان سے تائید پہنچتی ہے۔ امام احمد نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی۔ پنجتن سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی وحضرت فاطمہ وحضرت امام حسن اور حضرت امام حسین ہیں۔

(صلوات اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وعلیہم وسلم)

اسی مضمون کی حدیث مرفوع ابن جریر نے روایت کی طبرانی میں بھی اسکی تخریج کی مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ان حضرات کو اپنی گلیم مبارک میں لے کر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ یہ بھی بصحت ثابت ہوا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان حضرات کو تحت گلیم اقدس لے کر یہ دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهْلُ بَيْتِيْ وَخَاصَّتِيْ اَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا یارب! یہ میرے اہلبیت اور میرے مخصوصین ہیں ان سے رجس وناپاکی دور فرما اور انہیں پاک کردے اور خوب پاک۔

یہ دعا سن کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: وَ اَنَا مَعَهُمْ

---

1 ...... ترجمۂ کنزالایمان: اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۳۴)

2 ...... الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردة فیهم، ص ۱۴۳

میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ فرمایا: اِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ تم بہتری پر ہو۔(1)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کے جواب میں فرمایا: بَلٰی بیشک اوران کو کسا (گلیم) میں داخل کرلیا۔(2)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا کہ میرے حق میں بھی دعا ہو، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی۔ ایک صحیح روایت میں ہے واثلہ نے عرض کیا: وَاَنَامِنْ اَهْلِكَ میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں، فرمایا: وَاَنْتَ مِنْ اَهْلِیْ۔ تم بھی میری اہل میں سے ہو۔(3)

یہ کرم تھا کہ سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اس نیاز مند خالص العقیدت کو مایوس نہ فرمایا اور اپنی اہل کے حکم میں داخل فرمادیا وہ حکماً داخل ہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور نے ان حضرات کے ساتھ اپنی باقی صاحبزادیوں اور قرابت داروں اور ازواج مطہرات کو ملایا۔(4)

ثعلبی کا خیال ہے کہ آیت میں اہل بیت سے تمام بنی ہاشم مراد ہیں اسکو اس حدیث سے تائید پہنچتی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رداء مبارک میں حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اوران کی صاحبزادیوں کو لپٹا کر دعا فرمائی:

---

1 ...... المسند للامام احمد بن حنبل، حديث ام سلمة زوج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم، الحديث: ٢٦٦٥٩، ج١٠، ص١٩٧

2 ...... المسند للامام احمد بن حنبل، حديث ام سلمة زوج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وآله وسلم، الحديث: ٢٦٦١٢، ج١٠، ص١٨٧

3 ...... المعجم الكبير للطبرانى، الحديث: ٢٦٧٠، ج٣، ص٥٥

4 ...... الصواعق المحرقة، الباب الحادى عشر، الفصل الاول، ص١٤٤

یَارَبِّ ھٰذَا عَمِّیْ وَصِنْوَ اَبِیْ وَھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاسْتُرْھُمْ مِنَ النَّارِ کَسِتْرِیْ اِیَّاھُمْ بِمُلَاءَ تِیْ ھٰذِہٖ فَاَمَّنَتْ اُسْکُفَّۃُ الْبَابِ وَحَوَائِطُ الْبَیْتِ ۔

یعنی یارب یہ میرے چچا اور بمنزلہ میرے والد کے ہیں اور یہ میرے اہلِ بیت ہیں انہیں آتش دوزخ سے ایسا چھپا جیسا میں نے اپنی چادر مبارک میں چھپایا ہے۔ اس دعا پر مکان کے درودیوار نے آمین کہی۔ (1)

خلاصہ یہ کہ دولت سرائے اقدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں کیونکہ وہی اس کے مُخاطَب ہیں چونکہ اہلِ بیتِ نسب کا مراد ہونا مخفی تھا اس لئے آں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فعل مبارک سے بیان فرمادیا کہ مراد اہل بیت سے عام ہیں۔ خواہ بیتِ مسکن کے اہل ہوں جیسے کہ ازواج یا بیت نسب کے اہل بنی ہاشم ومطلب۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے آپ نے فرمایا: میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے رجس کو دور کیا اور انہیں خوب پاک کیا۔ (2) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں بیت نسب بھی اسی طرح مراد ہے۔ جس طرح بیت مسکن۔ یہ آیت کریمہ اہل بیت کرام کے فضائل کا منبع ہے۔ اس سے ان کے اعزازِ مآثر اور عُلُوِّ شان کا اظہار ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تمام اخلاق دَنیہ واحوال مذمومہ سے ان کی تطہیر فرمائی گئی۔ بعض احادیث میں مروی ہے کہ اہل بیت، نار پر حرام ہیں اور یہی اس تطہیر کا فائدہ اور ثمرہ ہے اور جو چیز ان کے احوال شریفہ کے لائق نہ ہو اس سے ان کا پروردگار عزوجل انہیں محفوظ رکھتا اور بچاتا ہے۔ جب خلافت ظاہرہ

1 ......المعجم الکبیر للطبرانی، حمزۃ بن ابی اسید عن ابیہ، الحدیث: ۵۸۴، ج۱۹، ص۲۶۳ والصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیھم، ص۱۴۴

2 ......الصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیھم، ص۱۴۴

میں شان مملکت وسلطنت پیدا ہوئی تو قدرت نے آل طاہر کو اس سے بچایا اور اس کے عوض خلافت باطنہ عطا فرمائی۔

حضرات صوفیہ کا ایک گروہ جزم کرتا ہے کہ ہر زمانہ میں قطب اولیاء، آلِ رسول ہی میں سے ہوں گے۔ اس تطہیر کا ثمرہ ہے کہ صدقہ ان پر حرام کیا گیا کیونکہ اس کو حدیث شریف میں صدقہ دینے والوں کا میل بتایا گیا ہے مع ذلك اس میں لینے والے کی سُبکی بھی ہے بجائے اس کے وہ خمس وغنیمت کے حقدار بنائے گئے جس میں لینے والا بلندو بالا ہوتا ہے۔ اس آل پاک کی عظمت وکرامت یہاں تک ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں جب تک تم انھیں نہ چھوڑو گے ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتاب اللہ، ایک میری آل۔ (1)

دیلمی نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور اقدس علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا: دعا رکی رہتی ہے جب تک کہ مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا جائے۔ (2)

ثعلبی نے حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کی کہ آپ نے آیت وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ص (3) کی تفسیر میں فرمایا کہ ہم ہی حبل اللہ ہیں۔ (4)

دیلمی سے مرفوعاً مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ارشاد فرمایا کہ میں نے

---

(1) ......الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، الفصل الاول، ص ١٤٤۔١٤٥ ملتقطاً والمستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، باب من كنت مولاه...الخ، الحديث: ٤٦٣٤، ج٤، ص ٧٢

(2) ......كنز العمال، كتاب الاذكار، قسم الاقوال، الحديث ٣٢١٢، ج٢، ص ٣٥

(3) ......ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ کی رسّی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔ (پ ٤، آل عمرٰن: ١٠٣)

(4) ......الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردة فیهم، ص ١٥١

اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے ساتھ محبت رکھنے والوں کو دوزخ سے خلاصی عطا فرمائی۔ (1)

امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے سیدین کریمین حسنین شہیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس شخص نے مجھ سے محبت رکھی اور ان دونوں سے اور انکے والد اور والدہ سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (2)

یہاں مَعِیَّت سے مراد قُرب ِحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا درجہ تو انھیں کے ساتھ خاص ہے۔ کتنی بڑی خوش نصیبی ہے محبینِ اہلِ بیت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ان کے جنتی ہونے کی خبر دی اور مژدۂ قرب سے مسرور فرمایا مگر یہ وعدہ اور بشارت مومنین مخلصین اہل سنت کے حق میں ہے۔ روافض اس کا محل نہیں جنہوں نے اصحاب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے باکی اور اکابر صحابہ علیہم الرضوان کے ساتھ بغض وعناد اپنا دین بنالیا ہے۔ ان لوگوں کا حکم مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے جو آپ نے فرمایا: یَهْلِكَ فِيَّ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ (3) میری محبت میں مفرط ہلاک ہوجائے گا۔ حدیث شریف میں وارد ہے: لَا یَجْتَمِعُ حُبُّ عَلِيٍّ وَبُغْضُ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ فِیْ قَلْبِ مُؤْمِنٍ. (4) یعنی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی محبت اور شیخین جلیلین ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بغض کسی مومن

---

1 ...... کنزالعمال، کتاب الفضائل، فضل اهل بیت، الحدیث ۳۴۲۲۲، ج ۱۲، ص ۵۰

2 ...... المسند للامام احمد بن حنبل، من مسند علی بن ابی طالب رضی اللّٰه تعالی عنه، الحدیث: ۵۷۶، ج ۱، ص ۱۶۸

والصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردة فیهم، ص ۱۵۳

3 ...... الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردة فیهم، ص ۱۵۳

4 ...... الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، الفصل الاول فی الآیات الواردة فیهم، ص ۱۵۳

کے دل میں جمع نہیں ہوسکتا۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بغض و عداوت رکھنے والا حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کے دعوے میں جھوٹا ہے۔

صحیح حدیث میں آیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے برسرِ منبر فرمایا: ان اقوام کا کیا حال ہے کہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رحم (قرابت) روز قیامت کچھ کام نہ آئے گا۔ ہاں خدا کی قسم! میرا رحم (رشتہ وقرابت) دنیا و آخرت میں موصول ہے۔(1)

قرطبی نے سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آیۂ کریمہ: وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ؕ (2) کی تفسیر میں نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر راضی ہوئے کہ ان کے اہل بیت میں سے کوئی جہنم میں نہ جائے۔(3)

حاکم نے ایک حدیث روایت کی اور اس کو صحیح بتایا۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ آں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے میرے رب نے میرے اہل بیت کے حق میں فرمایا کہ ان میں سے جو توحید و رسالت کا مُقِر ہوا، انکو عذاب نہ فرمائے۔(4)

طبرانی و دار قطنی کی روایت ہے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اول گروہ جس کی میں شفاعت فرماؤں گا میرے اہل بیت ہیں پھر مرتبہ بمرتبہ قریش پھر انصار پھر اہل یمن میں سے جو مجھ پر ایمان لائے اور میرے متبع ہوئے۔ پھر تمام عرب پھر اہل عجم

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث: ۱۱۱۳۸، ج۴، ص۳۸

2 ......ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے (پ۳۰، الضحیٰ: ۵)

3 ......الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، سورۃ الضحی، تحت الآیۃ: ٤، الجزء ۲۰، ج۱۰، ص۶۸

4 ......المستدرك للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب وعدنی ربی ... الخ، الحدیث: ٤۷۷۲، ج٤، ص۱۳۲

اور جن کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہیں۔(1)

بزار وطبرانی وابونعیم نے روایت کی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پاک دامن ہیں پس اللہ تعالٰی نے ان کو اور ان کی ذریت کو نار پر حرام فرمایا۔(2)

بیہقی اور ابوالشیخ اور دیلمی نے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ مومن کامل نہیں ہوتا...... یہاں تک کہ میں اس کو اس کی جان سے زیادہ پیارا نہ ہوں اور میری اولاد اس کو اپنی جان سے زیادہ پیاری نہ ہو اور میرے اہل ان کو اپنے اہل سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور میری ذات اس کو اپنی ذات سے زیادہ اَحب نہ ہو۔(3)

دیلمی نے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ، اپنے نبی کی محبت اور ان کے اہل بیت کی محبت اور قرآن پاک کی قرأت۔(4)

دیلمی نے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ کی محبت رکھتا ہے وہ قرآن کی محبت رکھتا ہے اور جو قرآن کی محبت رکھتا ہے میری محبت رکھتا ہے اور جو میری محبت رکھتا ہے میرے اصحاب اور قرابت داروں کی محبت رکھتا ہے۔(5)

امام احمد نے روایت کیا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اہل

---

1 ......المعجم الکبیر للطبرانی، مجاهد عن ابن عمر، الحدیث: ۱۳۵۵۰، ج۱۲، ص۳۲۱

2 ......کنزالعمال، کتاب الفضائل، فضل اهل بیت، الحدیث: ۳۴۲۱۵، ج۱۲، ص۵۰

3 ......شعب الایمان للبیهقی، باب فی حب النبی، فصل فی براء ته فی النبوة، الحدیث: ۱۵۰۵، ج۲، ص۱۸۹

4 ......کنزالعمال، کتاب النکاح، قسم الاقوال، الحدیث: ۴۵۴۰۱، ج۱۶، ص۱۸۹

5 ......الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، المقصد الثانی...الخ، ص۱۷۳

بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔ (1)

امام احمد وترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ ہم منافقین کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغض سے پہچانتے تھے۔ یعنی ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔ (2) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اہل بیت کی محبت فرائضِ دین سے ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ؎

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ فَرْضٌ مِنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَہٗ (3)

اے اہلِ بیت پاک! تمہاری ولا ہے فرض، قرآن پاک اس پر ہے ناطق بلا کلام۔

ابوسعید نے شرف النبوۃ میں روایت کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے فاطمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہارے غضب سے غضب الٰہی عزوجل ہوتا ہے اور تمہاری رضا سے اللہ عزوجل راضی۔ (4)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی ان کی کسی اولاد کو ایذا پہنچائے اس نے اپنی جان کو اس خطرۂ عظیمہ میں ڈال دیا کیونکہ اس حرکت سے ان کو غضب ہوگا اور ان کا غضب، غضبِ الٰہی عزوجل کا موجب ہے۔ اسی طرح اہل بیت علیہم الرضوان کی محبت حضرت خاتون جنت کی رضا کا سبب ہے اور ان کی رضا رضائے الٰہی عزوجل۔

1 ......الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، المقصد الثالث...الخ، ص ۱۷۴

2 ......فضائل الصحابة لابن حنبل، الحدیث: ۱۰۸۶، ج ۲، ص ۶۳۹
وسنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی الله تعالی عنه، الحدیث: ۳۷۳۷، ج ۵، ص ۴۰۰

3 ......مرقاة المفاتیح، شرح مقدمة المشکاة، ترجمة الامام الشافعی و مناقبه، ج ۱، ص ۶۳

4 ......الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، المقصد الثالث...الخ، ص ۱۷۵

اس لئے علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بلدۂ پاک کے باشندوں کا ادب کرنا چاہیے اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جوار پاک کی حرمت کا لحاظ رکھنا لازم ہے چہ جائیکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک۔(1)

دیلمی نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو مجھ سے توسّل کی تمنا رکھتا ہو اور یہ چاہتا ہو کہ اسکو میری بارگاہِ کرم میں روزِ قیامت حقِ شفاعت ہو تو چاہیے کہ وہ میرے اہلبیت علیہم الرضوان کی نیازمندی کرے اور انکو خوشنود رکھے۔(2)

امام ترمذی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''یہ فرشتہ آج سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہ ہوا تھا اس نے حضرت رب العزت سے مجھ پر سلام کرنے اور یہ بشارت پہنچانے کی اجازت چاہی کہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنتی بیبیوں کی سردار ہیں اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی جوانوں کے۔''(3)

ترمذی وابن ماجہ، ابن حبان وحاکم نے روایت کیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو اِن اہلِ بیت سے محاربہ (جنگ) کرے میں اس کا محارب ہوں اور جو ان سے صلح کرے اس کی مجھ سے صلح ہے۔''(4)

---

1 ...... الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، المقصد الثالث...الخ، ص ۱۷۵

2 ...... الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، المقصد الرابع...الخ، ص ۱۷٦

3 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب،باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی...الخ، الحدیث:۳۸۰٦،ج۵،ص ۴۳۱

4 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب،باب فضل فاطمة رضی اللّٰہ عنها،الحدیث:۳۸۹٦، ج۵،ص ٤٦۵

امام احمد و حاکم نے روایت کیا حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرا جزو ہیں جو انھیں ناگوار وہ مجھے ناگوار جو انھیں پسند وہ مجھے پسند، روز قیامت سوائے میرے نسب اور میرے سبب اور میری خَوِیشا وَنْدی کے تمام نسب منقطع ہو جائیں گے۔''(1)

ان احادیث کے علاوہ جس قدر احادیث قریش کے حق میں وارد ہیں اور جو فضائل ان میں مذکور ہیں ان سب سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اہل بیت سب کے سب قریش ہیں اور جو فضیلت کہ عام کے لئے ثابت ہو، خاص کے لئے ثابت ہوتی ہے۔ چند حدیثیں جو قریش کے حق میں وارد ہوئی ہیں یہاں بیان کی جاتی ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبۂ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! قریش کو بڑھاؤ اور ان سے آگے نہ بڑھو، ایسا نہ کیا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ ان کی پیروی نہ چھوڑو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے، ان کے استاد نہ بنو، ان سے علم حاصل کرو، وہ تم سے اَعْظَم ہیں۔ اگر ان کے تَفاخُر کا خیال نہ ہوتا تو میں انھیں ان مراتب سے خبر دار کرتا جو بارگاہ الٰہی عزوجل میں انہیں حاصل ہیں۔''(2)

بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ یہ امر قریش میں ہے ان سے جو عداوت کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا۔(3)

ایک حدیث میں آیا ہے: قریش سے محبت کرو، ان سے جو محبت کرتا ہے اللہ

---

1 ......المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، باب دعاء دفع الفقر... الخ، الحديث: ٤٨٠١، ج٤، ص١٤٤

2 ......الصواعق المحرقة، الباب الحادى عشر، الفصل الثانى... الخ، ص١٨٨ ملتقطاً

3 ......صحيح البخارى، كتاب المناقب، باب مناقب قريش، الحديث: ٣٥٠٠، ج٢، ص٤٧٤

تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے۔(1)

امام احمد و ذہبی وغیرہ محدثین نے حضرت ام المومنین صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ جبریل امین نے فرمایا کہ میں نے زمین کے مشارق و مغارب الٹ ڈالے کوئی شخص حضور پر نور محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل نہ پایا اور میں نے زمین کے مشارق و مغارب الٹ ڈالے بنی ہاشم سے بڑھ کر کسی باپ کی اولاد افضل نہ پائی۔(2)

کسی شاعر نے اس مضمون کو اپنی زبان میں اس طرح ادا کیا ہے ؎

جبریل سے اک روز یوں کہنے لگے شاہ امم
تم نے دیکھا ہے جہاں بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم
کی عرض یہ جبریل نے اے مہ جبیں تیری قسم
آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

امام احمد و ترمذی و حاکم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص قریش کی بے عزتی چاہے گا اللہ اسے رسوا کرے گا۔''(3)

---

1 ......المعجم الکبیر للطبرانی، العباس بن سہل بن سعد عن ابی، الحدیث:٥٧٠٩، ج٦، ص١٢٣

2 ......الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، الفصل الثانی...الخ، ص١٨٩

3 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل الانصار و قریش، الحدیث:٣٩٣١، ج٥، ص٤٧٩

ابوبکر بزار نے غیلانیات میں ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روز قیامت بطن عرش سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ اے اہل مجمع! اپنے سر جھکاؤ، آنکھیں بند کرو، یہاں تک کہ حضرت فاطمہ بنت سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صراط سے گزریں پھر آپ سَتّر ہزار باندیوں کے ساتھ جو سب حوریں ہوں گی بجلی کے کوندنے کی طرح گزر جائیں گی۔ (1)

بخاری و مسلم نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے فاطمہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم مومنہ بیبیوں کی سردار ہو۔''(2)

ترمذی و حاکم کی روایت میں ہے حضور علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''مجھے اپنی اہل میں سب سے زیادہ پیاری فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔''(3)

سیدین جلیلین شہیدین عظیمین حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت امام ابومحمد حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ ائمہ اثنا عشر میں امام دوم ہیں۔ آپ کی کنیت ابومحمد لقب تقی وسید عرف سبط رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور سبط اکبر ہے۔ آپ کو رَیْحَانَۃُ الرَّسُوْل اور آخر الخلفاء بالنص بھی کہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت مبارکہ ۱۵ رمضان مبارک ۳ھ کی شب میں مدینہ طیبہ کے مقام پر

---

1 ......اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة، کتاب المناقب، باب مناقب اهل البیت، ج ١، ص ٣٦٨

2 ......صحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب من ناجیٰ...الخ، الحدیث: ٦٢٨٥، ٦٢٨٦، ج ٤، ص ١٨٤

3 ......المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، باب كان احب النساء...الخ، الحديث: ٤٧٨٨، ج ٤، ص ١٣٩

ہوئی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام حسن رکھا اور ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا اور بال جدا کیے گئے اور حکم دیا گیا کہ بالوں کے وزن کی چاندی صدقہ کی جائے آپ خامس اہل کساء ہیں۔ (1)

بخاری کی روایت میں ہے قبلۂ حُسن و جمال سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم سے کسی کو وہ مشابہتِ صوری حاصل نہ تھی جو سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل تھی۔ آپ سے پہلے حسن کسی کا نام نہ رکھا گیا تھا یہ جنتی نام پہلے آپ ہی کو عطا ہوا ہے۔ (2)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کا مژدہ پہنچایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے، فرمایا کہ اسماء میرے فرزند کو لاؤ، اسماء نے ایک کپڑے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا۔ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر فرمائی اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا: تم نے اس فرزند ارجمند کا کیا نام رکھا ہے، عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری کیا مجال کہ بے اذن واجازت نام رکھنے پر سبقت کرتا لیکن اب جو دریافت فرمایا جاتا ہے تو جو کچھ خیال میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ حرب نام رکھا جائے، آیندہ حضور صلی اللہ تعالیٰ

---

1 ......تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص۱۴۹
و روضۃ الشہداء (مترجم)، باب ششم، ج۱، ص۳۹۶

2 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن والحسین، الحدیث: ۳۷۵۲، ج۲، ص۵۴۷
و تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص۱۴۹

علیہ وآلہ وسلم مختار ہیں ۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام حسن رکھا۔ (1)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انتظار فرمایا، یہاں تک کہ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اورانہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوآپ کی بارگاہ میں وہ قرب حاصل ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو درگاہِ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھا۔مناسب ہے کہ اس فرزند سعادت مند کا نام فرزندِ حضرتِ ہارون کے نام پر رکھا جائے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام دریافت فرمایا۔عرض کیا: شبر ارشاد ہوا کہ اے جبریل! لغت عرب میں اس کے کیا معنی ہیں،عرض کیا حسن اورآپ کا نام حسن رکھا گیا۔ (2)

بخاری ومسلم نے حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی فرماتے ہیں: میں نے نورمجسم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی،شہزادہ بلند اقبال حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دوش اقدس پر تھے اور حضور فرمارہے تھے: ''یارب! عزوجل میں اس کومحبوب رکھتا ہوں تو تُو بھی محبوب رکھ۔'' (3)

امام بخاری نے حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز تھے۔حضرت امام حسن رضی اللہ

---

1 ......روضة الشهداء (مترجم)، باب ششم، ج١، ص٣٩٦-٣٩٧
وسیراعلام النبلاء، ومن صغار الصحابة، ٢٦٩-الحسن بن علی...الخ،ج٤،ص٣٧٩
والمسند للامام احمد بن حنبل،ومن مسند علی بن ابی طالب،الحدیث:٩٥٣،ج١، ص٢٥٠ماخوذاً

2 ...... روضة الشهداء (مترجم)، باب ششم، ج١، ص٣٩٧-٣٩٨

3 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی،باب مناقب الحسن والحسین، الحدیث:٣٧٤٩، ج٢،ص٥٤٧

تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ لوگوں کی طرف نظر فرماتے اور ایک مرتبہ اس فرزند جمیل کی طرف، میں نے سنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ میرا فرزند سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرے گا۔(1)

بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حسن، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔''(2)

ترمذی کی حدیث میں ہے، حضور علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔''(3)

ابن سعد نے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ اور حضور کو سب سے پیارے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، میں نے دیکھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو سجدے میں ہوتے اور یہ والا شان صاحبزادے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گردنِ مبارک یا پشتِ اقدس پر بیٹھ جاتے تو جب تک یہ اتر نہ جاتے آپ

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن والحسین، الحدیث: ٣٧٤٦، ج ٢، ص ٥٤٦

2 ......صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب مناقب الحسن والحسین، الحدیث: ٣٧٥٣، ج ٢، ص ٥٤٧

3 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی...الخ، الحدیث: ٣٧٩٣، ج ٥، ص ٤٢٦

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سر مبارک نہ اٹھاتے اور میں نے دیکھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رکوع میں ہوتے تو ان کیلئے اپنے قدمین طاہرین کو اتنا کشادہ فرما دیتے کہ یہ نکل جاتے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بہت کثیر ہیں۔ آپ علم و وقار، حشمت و جاہ، جود و کرم، زہد و طاعت میں بہت بلند پایہ ہیں، ایک ایک آدمی کو ایک ایک لاکھ کا عطیہ مرحمت فرما دیتے تھے۔ (1)

حاکم نے عبداللہ بن عبید بن عمیر سے روایت کیا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچیس حج پا پیادہ کئے ہیں اور کوتل سواریاں آپ کے ہمراہ ہوتی تھیں مگر امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تواضع اور اخلاص و ادب کا اقتضاء کہ آپ حج کیلئے پیادہ سفر فرماتے، آپ کا کلام بہت شیریں تھا، اہل مجلس نہیں چاہتے تھے کہ آپ گفتگو ختم فرمائیں۔ (2)

ابن سعد نے علی بن زید بن جدعان سے روایت کی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارا اپنا کل مال راہِ خدا عزوجل میں دے ڈالا اور تین مرتبہ نصف مال دیا اور ایسی صحیح تنصیف کی کہ نعلین شریف اور جرابوں میں سے ایک ایک دیتے تھے اور ایک ایک رکھ لیتے تھے۔ (3)

آپ کے حلم کا یہ حال تھا کہ ابن عساکر نے روایت کیا کہ آپ کی وفات کے بعد مروان بہت رویا۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آج تو رو رہا ہے اور ان کی

---

1 ......تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص ۱۵۰

2 ......المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، باب حج الحسن... الخ، الحديث: ۴۸۴۱، ج ۴، ص ۱۶۰
و تاريخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص ۱۵۰ ماخوذاً

3 ......تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص ۱۵۱

حیات میں ان کے ساتھ کس کس طرح کی بدسلوکیاں کیا کرتا تھا۔ تو وہ پہاڑ کی طرف اشارہ کرکے کہنے لگا: ''میں اس سے زیادہ حلیم کے ساتھ ایسا کرتا تھا۔'' (1)

اللہ رے حلم! مروان کو بھی اعتراف ہے کہ آپ کی بردباری پہاڑ سے بھی زیادہ ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت

حضرت مولیٰ علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے، اہل کوفہ نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور آپ نے وہاں چند ماہ چند روز قیام فرمایا، اس کے بعد آپ نے امر خلافت کا حضرت امیر معاویہ کو تفویض کرنا مسطورِ ذیل شرائط پر منظور فرمایا:

﴿۱﴾ بعد امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خلافت حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پہنچے گی

﴿۲﴾ اہل مدینہ اور اہل حجاز اور اہل عراق میں کسی شخص سے بھی زمانۂ حضرت امیر المومنین مولیٰ علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے متعلق کوئی مواخذہ ومطالبہ نہ کیا جاوے۔

﴿۳﴾ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دیون کو ادا کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ تمام شرائط قبول کیں اور باہم صلح ہوگئی اور حضور انور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالٰی میرے اس فرزند ارجمند کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح فرمائے گا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تخت سلطنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے خالی کردیا۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۴۱؁ھ کا ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اصحاب کو آپ کا خلافت سے دستبردار ہونا

---

(1)......تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص ۱۵۱

ناگوار ہوا اور انہوں نے طرح طرح کی تعریضیں کیں اور اشاروں کنایوں میں آپ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ آپ نے انھیں سمجھا دیا کہ مجھے گوارا نہ ہوا کہ ملک کے لیے تمہیں قتل کراؤں۔ اس کے بعد اِمام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ سے رحلت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں اقامت گزیں ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ ایک لاکھ سالانہ مقرر تھا۔ ایک سال وظیفہ پہنچنے میں تاخیر ہوئی اور اس وجہ سے حضرت امام کو سخت تنگی درپیش ہوئی۔ آپ نے چاہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی شکایت لکھیں، لکھنے کا ارادہ کیا، دوات منگائی مگر پھر کچھ سوچ کر توقف کیا۔ خواب میں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پرانوار سے مشرف ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار حال فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے فرزند ارجمند! کیا حال ہے؟ عرض کیا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ بخیر ہوں اور وظیفہ کی تاخیر کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے دوات منگائی تھی تاکہ تم اپنی مثل ایک مخلوق کے پاس اپنی تکلیف کی شکایت لکھو۔ عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجبور تھا کیا کرتا۔ فرمایا یہ دعا پڑھو: اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رِجَائَكَ وَاقْطَعْ رِجَآئِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَكَ اَللّٰهُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَهِ اِلَیْهِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْئَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِهٖ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

"یارب! عزوجل میرے دل میں اپنی امید ڈال اور اپنے ماسوا سے میری امید قطع کر یہاں تک کہ میں تیرے سوا کسی سے اپنی امید نہ رکھوں۔ یارب! عزوجل جس

سے میری قوت عاجز اور عمل قاصر ہو اور جہاں تک میری رغبت اور میرا سوال نہ پہنچے اور میری زبان پر جاری نہ ہو، جو تو نے اولین وآخرین میں سے کسی کو عطا فرمایا ہو یقین سے یارب العالمین! عزوجل مجھ کو اس کے ساتھ مخصوص فرما۔''

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا پر ایک ہفتہ نہ گزرا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار بھیج دیئے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور اس کا شکر بجالایا۔ پھر خواب میں دولت دیدار سے بہرہ مند ہوا۔ سرکار نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حسن! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا حال ہے۔ میں نے خدا عزوجل کا شکر کر کے واقعہ عرض کیا، فرمایا: اے فرزند! جو مخلوق سے امید نہ رکھے اور خالق عزوجل سے لو لگائے اس کے کام یوں ہی بنتے ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

ابن سعد نے عمران ابن عبداللہ ابن طلحہ سے روایت کی کہ کسی نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے دونوں چشم کے درمیان: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ (1) لکھی ہوئی ہے۔ آپ کے اہل بیت میں اس سے بہت خوشی ہوئی لیکن جب یہ خواب حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ واقعی اگر یہ خواب دیکھا ہے تو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر کے چند ہی روز رہ گئے ہیں۔ یہ تعبیر صحیح ثابت ہوئی اور بہت قریب زمانہ میں آپ کو زہر دیا گیا۔ (2)

زہر کے اثر سے اِسْہالِ کَبِدی لاحق ہوا اور آنتوں کے ٹکڑے کٹ کٹ کر

1 ......ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔ (پ ۳۰، الاخلاص: ۱)

2 ......تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص ۱۵۲۔۱۵۳ ملتقطاً وماخوذاً

اِسہال میں خارج ہوئے۔اس سلسلہ میں آپ کو چالیس روز سخت تکلیف رہی۔قریب ِوفات جب آپ کی خدمت میں آپ کے برادرعزیز سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حاضر ہوکر دریافت فرمایا کہ آپ کوکس نے زہر دیا ہے؟ تو فرمایا کہ تم اسے قتل کرو گے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جواب دیا کہ بے شک! حضرت امام عالی مقام نے فرمایا کہ میرا گمان جس کی طرف ہے اگر درحقیقت وہی قاتل ہے تو اللہ تعالٰی منتقمِ حقیقی ہے اوراس کی گرفت بہت سخت ہے اوراگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے کوئی بے گناہ مبتلائے مصیبت ہو۔مجھے اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن اس مرتبہ کا زہر سب سے زیادہ تیز ہے۔(1)

سبحان اللہ! حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کرامت اور منزلت کیسی بلند و بالا ہے کہ اپنے آپ سخت تکلیف میں مبتلا ہیں، آنتیں کٹ کٹ کر نکل رہی ہیں، نزع کی حالت ہے مگر انصاف کا بادشاہ اس وقت بھی اپنی عدالت وانصاف کا نہ مٹنے والا نقش صفحۂ تاریخ پرثَبت فرماتا ہے۔اس کی احتیاط اجازت نہیں دیتی کہ جس کی طرف گمان ہے اس کا نام بھی لیا جائے۔اس وقت آپ کی عمر شریف پینتالیس سال چھ ماہ چند روز کی تھی کہ آپ نے پانچویں ربیع الاول ۴۹ھ کواس دارناپائیدار سے مدینہ طیبہ میں رحلت فرمائی۔(2)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ.

وفات کے قریب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دیکھا کہ ان کے برادر محترم حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کوگھبراہٹ اور بے قراری زیادہ ہے اور سیمائے مبارک پرحُزن ومَلال کے آثار نمودار ہیں۔یہ دیکھ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے

1 ......حلیۃ الاولیاء، الحسن بن علی بن ابی طالب،الحدیث:۱۴۳۸،ج۲،ص۴۷ ماخوذاً

2 ......تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب،ص۱۵۲

تسکینِ خاطرِ مبارک کے لیے عرض کیا کہ اے برادرِ گرامی! آپ کیوں رنجیدہ ہیں، بے قراری کا کیا سبب ہے۔ مبارک ہو! آپ کو عنقریب حضور پر نور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی خدمت میں باریابی حاصل ہوگی اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور فاطمہ زہرا اور حضرت قاسم وطاہر اور حضرت حمزہ وجعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا دیدار نصیب ہوگا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے برادر عزیز! میں کچھ ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں جس کی مثل اب تک داخل نہیں ہوا تھا اور خلقِ الٰہی عزوجل میں سے ایسی خلق کو دیکھتا ہوں جس کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی اور اس کے ساتھ ہی آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش آنے والے واقعات اور کوفیوں کی بدسلوکی وایذارسانی کا بھی تذکرہ کیا۔(1)

اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی نظر کے سامنے کربلا کا ہولناک منظر اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنہائی کا نقشہ پیش تھا اور کوفیوں کے مظالم کی تصویریں آپ کو غمگین کر رہی تھیں۔ اسکے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درخواست کی تھی کہ مجھے روضۂ طاہرہ میں دفن کی جگہ عنایت ہو جائے انہوں نے اسکو منظور فرمایا۔ میری وفات کے بعد انکی خدمت میں عرض کیا جائے لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ قوم مانع ہوگی، اگر وہ ایسا کریں تو تم ان سے تکرار نہ کرنا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب وصیت حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے درخواست کی، آپ نے اس کو قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بڑی عزت وکرامت کے ساتھ منظور

---

(1)......تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص۱۵۳

ہے، لیکن مروان مانع ہوا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اوران کے ہمراہی ہتھیار بند ہوگئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بھائی کی وصیت یاد دلاکر واپس کیا اور یہ فرزند رسول جگر گوشہ بتول بقیع شریف میں اپنی والدہ محترمہ حضرت خاتون جنت کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ (1)

مؤرخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث ابن قیس کی طرف کی ہے اوراس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ زہر خورانی باغوائے یزید ہوئی ہے اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس طمع میں آکر اس نے حضرت امام کو زہر دیا۔ (2) لیکن اس روایت کی کوئی سندِ صحیح دستیاب نہیں ہوئی اور بغیر کسی سندِ صحیح کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور ایسے عظیم الشان قتل کا الزام کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔

قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لئے کوئی سند نہیں ہے اور مؤرخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ یا معتمد حوالہ کے لکھ دیا ہے۔ یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابل اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانہ میں جیسی ہوسکتی ہے مشکل ہے کہ بعد کو ویسی تحقیق ہو خاص کر جب کہ واقعہ اتنا اہم ہو مگر حیرت ہے کہ اَہل بیتِ اَطہار کے اس امامِ جلیل کا قتل اس قاتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی خود حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ نہیں ہے یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادرِ معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زہر دینے والے کا علم نہ تھا۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کا نام لیتے۔ انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب جعدہ کو قاتل ہونے کیلئے معین کرنے والا کون

1 ......تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص۱۵۳۔۱۵۴

2 ......تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص۱۵۲

ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا امامین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا نہ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مواخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا خاص طور پر قابل لحاظ ہے وہ یہ کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کو غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی شنیع تہمت کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے یہ ایک بدترین تبرا ہے۔ عجب نہیں کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کی افتراءات ہوں جب کہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثیر التزوج تھے اور آپ نے سو (۱۰۰) کے قریب نکاح کیے اور طلاقیں دیں۔ اکثر ایک دو شب ہی کے بعد طلاق دے دیتے تھے اور حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بار بار اعلان فرماتے تھے کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادت ہے، یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں، کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔ مگر مسلمان بیبیاں اور ان کے والدین یہ تمنا کرتے تھے کہ کنیز ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اسی کا اثر تھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن عورتوں کو طلاق دیدیتے تھے۔ وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں شیدایانہ گزار دیتی تھیں اور ان کی حیات کا لمحہ لمحہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد اور محبت میں گزرتا تھا۔ (1) ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیض صحبت کی قدر نہ کرے اور یزید پلید کی طرف ایک طمعِ فاسد سے امام جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَال

---

1 ......تاریخ الخلفاء، باب الحسن بن علی بن ابی طالب، ص ۱۵۱ ملخصاً

قیامت نما حادثہ

زمینِ کربلا کا خونیں منظر

سیدالشہداء حضرت امام حسین اور انکے رفقاء کی عدیم المثال جانبازیاں

ولادت مبارکہ

سیدالشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام حسین اور شبیر رکھا اور آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب سبط رسول اللہ اور رَیۡحَانَۃُ الرَّسُوۡل ہے اور آپ کے برادرِ معظم کی طرح آپ کو بھی جنتی جوانوں کا سردار اور اپنا فرزند فرمایا۔ (1)

حضور اقدس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے ساتھ کمال رافت ومحبت تھی۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا: عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ مَنۡ اَحَبَّھُمَا فَقَدۡ اَحَبَّنِیۡ وَمَنۡ اَبۡغَضَھُمَا فَقَدۡ اَبۡغَضَنِیۡ ۔ (2) ''جس نے ان دونوں (حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔''

جنتی جوانوں کا سردار فرمانے سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ راہ خدا عزوجل میں اپنی جوانی میں راہیٔ جنت ہوئے حضرت امامین کریمین ان کے سردار ہیں اور جوان کسی شخص

---

1 ......اسد الغابة، باب الحاء والحسين، ۱۱۷۳ـ الحسين بن علی، ص ۲۵، ۲۶ ملتقطاً و سير اعلام النبلاء، ۲۷۰ـ الحسين الشهيد... الخ، ج ٤، ص ٤٠٢ـ٤٠٤

2 ......المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، باب ركوب الحسن... الخ، الحديث: ٤٨٣٠، ج ٤، ص ١٥٦

کو بلحاظ اس کے نوعمری کے بھی کہا جاتا ہے اور بلحاظ شفقت بزرگانہ کے بھی، آدمی کی عمر کتنی بھی ہو اس کے بزرگ اس کو جوان بلکہ لڑکا تک کہتے ہیں، شیخ اور بوڑھا نہیں کہتے ہیں اسی طرح بمعنی فُتُوَّت و جوانمردی بھی لفظِ جوان کا اطلاق ہوتا ہے خواہ کوئی شخص بوڑھا ہو مگر ہمتِ مردانہ رکھتا ہو وہ اپنی شجاعت و بَسالَت کے لحاظ سے جوان کہلایا جاتا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی عمر شریف اگر چہ وقتِ وصال پچاس سے زائد تھی۔ مگر شجاعت و جوانمردی کے لحاظ سے نیز شفقت پدری کے اقتضاء سے آپ کو جوان فرمایا گیا اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ انبیائے کرام و خلفائے راشدین کے سوا امامین جلیلین تمام اہل جنت کے سردار ہیں کیونکہ جوانانِ جنت سے تمام اہل جنت مراد ہیں اس لئے کہ جنت میں بوڑھے اور جوان کا فرق نہ ہوگا۔ وہاں سب ہی جوان ہوں گے اور سب کی ایک عمر ہوگی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں فرزندوں کو اپنا پھول فرمایا۔ هُمَا رَيْحَانَیَ مِنَ الدُّنيَا وہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (1) (رواہ الترمذی)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ان دونوں نونہالوں کو پھول کی طرح سونگھتے اور سینۂ مبارک سے لپٹاتے۔ (2) (رواہ الترمذی)

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی چچی حضرت ام الفضل بنت الحارث

---

1 ......الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، الفصل الثالث، ص ١٩٣
وصحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب فی دوام نعیم اهل الجنة...الخ، الحدیث: ٢٨٣٧، ص ١٥٢١ ماخوذاً
ومشکاة المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب اهل البیت...الخ، الحدیث: ٦١٤٥، ج ٢، ص ٤٣٧

2 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی...الخ، الحدیث: ٣٧٩٧، ج ٥، ص ٤٢٨

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ ایک روز حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آج میں نے ایک پریشان خواب دیکھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا؟ عرض کیا: وہ بہت ہی شدید ہے۔ ان کو اس خواب کے بیان کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکرر دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا۔ ارشاد فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا، ان شاء اللہ تعالیٰ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔

ایسا ہی ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل کی گود میں دیئے گئے۔ ام الفضل فرماتی ہیں: میں نے ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیا، کیا دیکھتی ہوں کہ چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا: یا نبی اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ حضور پر قربان! یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ خبر فرمائی کہ میری امت اس فرزند کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا: کیا اس کو؟ فرمایا: ہاں اور میرے پاس اس کے مقتل کی سرخ مٹی بھی لائے۔ (1) (رواہ البیہقی فی الدلائل)

---

(1)...... دلائل النبوة للبیهقی، جماع ابواب اخبار النبی...الخ، باب ما روی فی اخباره...الخ، ج٦، ص٤٦٨
والمستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، باب اول فضائل ابی عبد اللّٰه الحسين بن علی...الخ، الحديث: ٤٨٧١، ج٤، ص١٧١

شہادت کی شہرت

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کے ساتھ ہی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور ہوچکی، شیر خوارگی کے ایام میں حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام الفضل کو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر دی، خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے اس نونہال کو زمین کربلا میں خون بہانے کے لیے اپنا خونِ جگر (دودھ) پلایا، علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دل بند جگر پیوند کو خاک کربلا میں لَوٹنے اور دم توڑنے کے لئے سینہ سے لگا کر پالا، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہِ خداعزوجل میں مردانہ وار جان نذر کرنے کے لئے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی آغوش رحمت میں تربیت فرمایا، یہ آغوش کرامت ورحمت فردوسی چمنستانوں اور جنتی ایوانوں سے کہیں زیادہ بالا مرتبت ہے، اس کے رتبہ کی کیا نہایت اور جو اس گود میں پرورش پائے اس کی عزت کا کیا اندازہ۔ اس وقت کا تصور دل لرزا دیتا ہے جب کہ اس فرزندِ ارجمند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت کی مسرت کے ساتھ ساتھ شہادت کی خبر پہنچی ہوگی، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چشمۂ رحمت چشم نے اشکوں کے موتی برسا دیئے ہوں گے، اس خبر نے صحابہ کبار جاں نثارانِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل ہلا دیئے، اس درد کی لذت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل سے پوچھئے، صدق وصفا کی امتحان گاہ میں سنتِ خلیل علیہ السلام ادا کررہے ہیں۔

حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاکِ زیرِ قدمِ پاک پر قربان! جس کے دل کا ٹکڑا نازنین لاڈلا سینہ سے لگا ہوا ہے، محبت کی نگاہوں سے اس نور کے پتلے کو دیکھتی ہیں، وہ اپنے سرور آفریں تبسم سے دلربائی کرتا ہے، ہُمک ہُمک کر محبت کے سمندر

میں تلاطم پیدا کرتا ہے، ماں کی گود میں کھیل کر شفقتِ مادری کے جوش کواور زیادہ موجزن کرتا ہے، میٹھی میٹھی نگاہوں اور پیاری پیاری باتوں سے دل لبھاتا ہے، عین ایسی حالت میں کربلا کا نقشہ آپ کے پیش نظر ہوتا ہے۔ جہاں یہ چہیتا، نازوں کا پالا، بھوکا پیاسا، بیابان میں بے رحمی کے ساتھ شہید ہو رہا ہے، نہ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ ساتھ ہیں نہ حسن مجتبٰی، عزیز واقارب برادر وفرزند قربان ہو چکے ہیں، تنہا یہ نازنین ہیں، تیروں کی بارش سے نوری جسم لہولہان ہو رہا ہے، خیمہ والوں کی بے کسی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور راہِ خدا عزوجل میں مردانہ وار جان نثار کرتا ہے۔ کربلا کی زمین مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے پھول سے رنگین ہوتی ہے، وہ شمیم پاک جو حبیبِ خدا عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پیاری تھی کوفہ کے جنگل کو عطر بیز کرتی ہے، خاتونِ جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کی نظر کے سامنے یہ نقشہ پھر رہا ہے اور فرزند سینہ سے لپٹ رہا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اس منظر کو دیکھیں۔

دیکھنا تو یہ ہے کہ اس فرزندِ ارجمند کے جدِّ کریم، حبیبِ خدا عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں، حضرت حق تبارک وتعالٰی ان کا رضا جو ہے: وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝ (1) بر وبحر میں ان کا حکم نافذ ہے، شجر وحجر سلام عرض کرتے ہیں اور مطیعِ فرمان ہیں، چاند اشاروں پر چلا کرتا ہے، ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے، بدر میں ملائکہ لشکری بن کر حاضر خدمت ہوتے ہیں، کونین کے ذرہ ذرہ پر بحکم الٰہی عزوجل حکومت ہے، اولین وآخرین سب کی عُقدَہ کُشائی اشارۂ چشم پر موقوف ومنحصر ہے، ان کے غلاموں کے صدقہ میں خَلق کے کام بنتے ہیں، مددیں ہوتی ہیں، روزی ملتی ہے ھَـــل

---

(1)...... ترجمۂ کنز الایمان: اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔
(پ ۳۰، الضحیٰ: ۵)

تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَآئِکُمْ۔ [1] (رواہ البخاری) باوجود اس کے اس فرزند ارجمند کی خبرِ شہادت پا کر چشمِ مبارک سے اشک تو جاری ہو جاتے ہیں مگر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے، بارگاہِ الٰہی عزوجل میں امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے امن وسلامت اور اس حادثۂ ہائلہ سے محفوظ رہنے اور دشمنوں کے برباد ہونے کی دعا نہیں فرماتے، نہ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اس خبر نے تو دل وجگر پارہ پارہ کر دیئے، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے قربان! بارگاہِ حق میں اپنے اس فرزند کے لئے دعا فرمایئے۔ نہ خاتون جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا التجا کرتی ہیں کہ اے سلطان دارین! آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے عالَم فیض یاب ہے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی دعا مستجاب۔ میرے اس لاڈلے کے لئے دعا فرما دیجئے، نہ اہل بیت نہ ازواج مطہرات نہ صحابہ کرام علیہم الرضوان۔ سب خبر شہادت سنتے ہیں، شہرہ عام ہو جاتا ہے مگر بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں کسی طرف سے دعا کی درخواست پیش نہیں ہوتی۔

بات یہ ہے کہ مقامِ امتحان میں ثابت قدمی درکار ہے، یہ محلِ عذر وتامل نہیں، ایسے موقع پر جان سے دَرِیغ جانباز مردوں کا شیوہ نہیں، اخلاص سے جاں نثاری عین تمنا ہے۔ دعائیں کی گئیں مگر یہ کہ یہ فرزند مقامِ صفا ووفا میں صادق ثابت ہو۔ توفیقِ الٰہی عزوجل مُساعِدْ رہے، مصائب کا ہجوم اور آلام کا اَنْبوہ اس کے قدم کو پیچھے نہ ہٹا سکے۔

احادیث میں اس شہادت کی بہت خبریں وارد ہیں۔ ابن سعد وطبرانی نے

---

1 ......صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب من استعان ...الخ، الحدیث: ۲۸۹۶، ج ۲، ص ۲۸۰

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل نے خبر دی کہ میرے بعد میرا فرزند حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمینِ طَفّ میں قتل کیا جائے گا اور جبریل علیہ السلام میرے پاس یہ مٹی لائے، انہوں نے عرض کیا کہ یہ (حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خوابگاہ (مَقْتَل) کی خاک ہے۔ طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں۔ (1)

امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری دولت سرائے اقدس میں وہ فرشتہ آیا جو اس سے قبل کبھی حاضر نہ ہوا تھا، اس نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قتل کئے جائیں گے اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس زمین کی مٹی ملاحظہ کراؤں جہاں وہ شہید ہوں گے۔ پھر اس نے تھوڑی سی سرخ مٹی پیش کی۔ (2)

اس قسم کی حدیثیں بکثرت وارد ہیں، کسی میں بارش کے فرشتہ کے خبر دینے کا تذکرہ ہے، کسی میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خاکِ کربلا تَفْوِیْض کرنے اور اس خاک کے خون ہوجانے کو علامتِ شہادتِ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرار دینے کا تذکرہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس شہادت کی بار بار اطلاع دی گئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بارہا اس کا تذکرہ فرمایا اور یہ شہادت حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ طُفولِیَّت سے خوب مشہور ہوچکی اور سب کو معلوم ہوگیا کہ آپ رضی

---

1 ......المعجم الکبیر للطبرانی، الحسین بن علی...الخ، الحدیث: ۲۸۱٤، ج۳، ص۱۰۷ والصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، الفصل الثالث فی الاحادیث الواردة فی بعض اهل البیت...الخ، ص۱۹۳

2 ......المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث ام سلمة...الخ، الحدیث: ۲٦٥۸٦، ج۱۰، ص۱۸۰

اللہ تعالیٰ عنہ کا مَشْہَد کربلا ہے۔ (1)

حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ہم کوکوئی شک باقی نہ رہا اور اہلِ بیت علیہم الرضوان باتفاق جانتے تھے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کربلا میں شہید ہونگے۔ (2)

ابونعیم نے نجی حضرمی سے روایت کی کہ وہ سفرِ صِفّیْن میں حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہمراہ تھے، جب نِیْنُوٰی کے قریب پہنچے جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مزارِ اقدس ہے تو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ندا کی کہ اے ابو عبداللہ! فُرات کے کنارے ٹھہرو۔ میں نے عرض کیا: کس لئے؟ فرمایا: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرات کے کنارے شہید کیے جائیں گے اور مجھے وہاں کی ایک مشت مٹی دکھائی۔ (3)

ابونعیم نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی کہ ہم حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہمراہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے مقام پر پہنچے۔ حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے بیان فرمایا: یہاں ان شہداء کے اونٹ بندھیں گے، یہاں ان کے کجاوے رکھے جاویں گے، یہاں ان کے خون بہیں گے، جوانانِ آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس میدان میں شہید ہوں گے، آسمان وزمین ان پر روئیں گے۔ (4)

---

1 ......الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر، الفصل الثالث فی الاحادیث الواردة فی بعض اهل البیت...الخ، ص ١٩٣

2 ......المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، باب استشهد الحسين...الخ، الحديث:٤٨٧٩، ج ٤، ص ١٧٥

3 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند علی بن ابی طالب، الحديث:٦٤٨، ج ١، ص ١٨٤

4 ......دلائل النبوة لابی نعیم، الفصل الخامس والعشرون، باب ما ظهر ...الخ، ج ٢، ص ١٤٧

ان خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ علی مرتضٰی اور صحابہ ٔ کبار علیہم الرضوان زمین کربلا کے چپہ چپہ کو پہچانتے تھے، انہیں معلوم تھا کہاں اونٹ باندھے جائیں گے، کہاں سامان رکھا جائے گا، کہاں خون بہیں گے۔ یہ شہادت کا کمال ہے ایسا اعلان عام ہو، اپنے پرائے سب جان جائیں، مقام بتادیا گیا ہو، وہاں کی خاک شیشیوں میں رکھ لی گئی ہو، اس کے خون ہوجانے کا انتظار ہو اور شوقِ شہادت میں کمی نہ آئے، جذبہ ٔ جاں نثاری روز افزُوں ہوتا رہے، تمام چاہنے والے پہلے سے باخبر ہوں، ہر دل اس زخم کا مزہ لے اور صبر و اِستِقلال کے ساتھ جان عطا کرنے والے کی راہ میں جان قربان کی جائے۔ یہ مردانِ کامل اور فرزندانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا حصہ اور انھیں کا حوصلہ ہے۔

طعمہ ہر مرغکے انجیر نیست

پہاڑ بھی ہوتا تو وَحشت سے گھبرا اٹھتا اور زندگی کا ایک ایک لمحہ کاٹنا مشکل ہو جاتا مگر طالبِ رضائے حق، مولٰی عزوجل کی مرضی پرفدا ہوتا ہے، اسی میں اس کے دل کا چین اور اس کی حقیقی تسلی ہے، کبھی وحشت، پریشانی اس کے پاس نہیں پھٹکتی، کبھی اس مصیبت عظمٰی سے خلاص اور رہائی کے لئے وہ دعا نہیں کرتا، انتظار کی ساعتیں شوق کے ساتھ گزارتا ہے اور وقتِ مَوْعُود کا بے چینی کے ساتھ منتظر رہتا ہے۔

شہادت کے واقعات

یزید کا مختصر تذکرہ

یزید بن معاویہ ابوخالد اموی وہ بدنصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام علیہم الرضوان کے بے گناہ قتل کا سیاہ داغ ہے اور جس پر ہر قَرن میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔

یہ بد باطن، سیاہ دل، ننگِ خاندان ۲۵ھ میں امیر معاویہ کے گھر مَیْسُون بنت بَحْدَل کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا، بدنما، کثیر الشعر، بدخُلق، تُنْد خُو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم، بے ادب، گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور بیہودگیاں ایسی ہیں جن سے بدمعاشوں کو بھی شرم آئے۔ عبداللہ بن حنظلۃ ابن الغسیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: خدا عزوجل کی قسم! ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہوگیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں۔ (واقدی)

محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ مَنْہِیَّات کو اس بے دین نے علانیہ رواج دیا۔ مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ ایسے شخص کی حکومت گُرگ کی چوپانی سے زیادہ خطرناک تھی، اَرْبابِ فِراست اور اصحاب اَسرار اس وقت سے ڈرتے تھے جب کہ عِنانِ سلطنت اس شَقی کے ہاتھ میں آئی، ۵۹ھ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ رَأْسِ السِّتِّیْنَ وَاِمَارَةِ الصِّبْیَانِ ”یارب! عزوجل میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ۶۰ھ کے آغاز اور لڑکوں کی حکومت سے۔“

اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حامل اسرار تھے انھیں معلوم تھا کہ ۶۰ھ کا آغاز لڑکوں کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہوں نے ۵۹ھ میں بمقام مدینہ طیبہ رحلت فرمائی۔

رویانی نے اپنی مسند میں حضرت ابو درداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”میری سنت کا پہلا بدلنے والا بنی اُمیّہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔“

ابویعلی نے اپنی مسند میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت میں عدل وانصاف قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا رَخنہ انداز وبانیٔ ستم بنی اُمَیَّہ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔'' یہ حدیث ضعیف ہے۔ (1)

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور یزید کی سلطنت

امیر معاویہ نے رجب ۶۰ھ میں بمقامِ دِمَشق لَقْوَہ میں مبتلا ہوکر وفات پائی۔ آپ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات میں سے ازار شریف، ردائے اقدس، قمیص مبارک، موئے شریف اور تراشہائے ناخن ہُمایوں تھے، آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ازار شریف وردائے مبارک وقمیص اقدس میں کفن دیا جائے اور میرے ان اعضا پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک اور تراشۂ ناخن اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔

کورِ باطن یزید نے دیکھا تھا کہ اس کے باپ امیر معاویہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات اور بدن اقدس سے چھو جانے والے کپڑوں کو جان سے زیادہ عزیز رکھا تھا اور دمِ آخر تمام زر ومال ثروت وحکومت سب سے زیادہ وہی چیز پیاری تھی اور اسی کو ساتھ لے جانے کی تمنا حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تھی۔ اس کی برکت سے انہیں امید تھی کہ اس ملبوس پاک میں بوئے محبوب ہے۔ یہ مقام غربت

1 ......تاریخ الخلفاء، باب یزید بن معاویۃ...الخ، ص ۱٦٤
وسیر اعلام النبلاء ، ۳۷۵ـیزید بن معاویۃ...الخ، ج٥، ص ۸۳ ملخصاً
والصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر، الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اھل السنۃ...الخ،ص ۲۲۱ ملتقطاً

میں پیارا رفیق اور بہترین مونس ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لباس اور تبرکات کے صدقے میں مجھ پر رحم فرمائے گا۔ اس سے وہ سمجھ سکتا تھا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بدن پاک سے چھو جانا ایک کپڑے کو ایسا بابرکت بنا دیتا ہے تو حسنین کریمین اور آلِ پاک علیہم الرضوان جو بدن اقدس کا جزو ہیں ان کا کیا مرتبہ ہوگا اور ان کا کیا احترام لازم ہے۔ مگر بدنصیبی اور شقاوت کا کیا علاج۔

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد یزید تختِ سلطنت پر بیٹھا اور اس نے اپنی بیعت لینے کیلئے اطراف وممالک سلطنت میں مکتوب روانہ کئے، مدینہ طیبہ کا عامل جب یزید کی بیعت لینے کے لئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے فسق وظلم کی بنا پر اس کو نااہل قرار دیا اور بیعت سے انکار فرمایا اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی۔ (1)

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے کہ بیعت کا انکار یزید کے اِشتِعال کا باعث ہوگا اور نابکار جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہوجائے گا لیکن امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیانت وتقویٰ نے اجازت نہ دی کہ اپنی جان کی خاطر نااہل کے ہاتھ پر بیعت کرلیں اور مسلمانوں کی تباہی اور شرع واحکام کی بے حرمتی اور دین کی مَضَرَّت کی پرواہ نہ کریں اور یہ امام جیسے جلیلُ الشَّان فرزندِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے کس طرح ممکن تھا؟ اگر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت یزید کی بیعت کرلیتے تو یزید آپ کی بہت قدر ومنزلت کرتا اور آپ کی عافیت وراحت میں کوئی فرق نہ آتا بلکہ بہت سی دولت دنیا آپ کے پاس

---

1 ......الاکمال فی اسماء الرجال، حرف المیم، فصل فی الصحابة، ص ٦١٧
وتاریخ الخلفاء، باب یزید بن معاویة...الخ، ص ١٦٤

جمع ہو جاتی لیکن اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور دین میں ایسا فساد برپا ہو جاتا جس کا دور کرنا بعد کو ناممکن ہوتا۔ یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لئے امام کی بیعت سند ہوتی اور شریعت اسلامیہ وملت حنفیہ کا نقشہ مٹ جاتا۔ شیعوں کو بھی آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ امام نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیا اور تَقِیَّہ کا تصور بھی خاطرِ مبارک پر نہ گزرا، اگر تقیّہ جائز ہوتا تو اس کیلئے اس سے زیادہ ضرورت کا اور کون وقت ہوسکتا تھا؟ حضرت امام وابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیعت کی درخواست اسی لئے پہلے کی گئی تھی کہ تمام اہل مدینہ ان کا اتباع کریں گے، اگر ان حضرات نے بیعت کرلی تو پھر کسی کو تأمّل نہ ہوگا لیکن ان حضرات کے انکار سے وہ منصوبہ خاک میں مل گیا اور یزیدیوں میں اسی وقت سے آتشِ عِناد بھڑک اٹھی اور بضرورت ان حضرات کو اسی شب مدینہ سے مکہ مکرمہ منتقل ہونا پڑا۔ یہ واقعہ چوتھی شعبان ۶۰ ؁ھ کا ہے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدینۂ طَیِّبہ سے رِحلت

مدینہ سے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رحلت کا دن اہل مدینہ اور خود حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کیسے رنج واَنْدُوہ کا دن تھا۔ اطراف عالم سے تو مسلمان وطن ترک کرکے اَعِزَّہ واحباب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ حاضر ہونے کی تمنائیں کریں، دربار رسالت کی حاضری کا شوق دشوار گزار منزلیں اور بروبحر کا طویل اور خوفناک سفر اختیار کرنے کے لئے بیقرار بنادے، ایک ایک لمحہ کی جدائی انھیں شاق ہو، اور فرزندِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہ) جوارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے رحلت کرنے پر مجبور ہو۔ اس وقت کا تصور دل کو پاش پاش کردیتا ہے جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارادۂ رخصت آستانۂ قدسیہ پر حاضر ہوئے ہوں گے اور دیدۂ خونبار نے اشکِ

غم کی بارش کی ہوگی دلِ دردمند غمِ مَہجُوری سے گھائل ہوگا، جَدِّ کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے روضۂ طاہرہ سے جدائی کا صدمہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل پر رنج وغم کے پہاڑ توڑ رہا ہوگا، اہل مدینہ کی مصیبت کا بھی کیا اندازہ ہوسکتا ہے۔ دیدارِ حبیب کے فدائی اس فرزند کی زیارت سے اپنے قلب مجروح کو تسکین دیتے تھے۔ان کا دیداران کے دل کا قرار تھا، آہ! آج یہ قرارِ دل مدینہ طیبہ سے رخصت ہورہا ہے۔امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ طیبہ سے بہزار غم واَندوہ بادِلِ ناشاد رحلت فرما کر مکہ مکرمہ اقامت فرمائی۔

امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب میں کوفیوں کی درخواستیں

یزیدیوں کی کوششوں سے اہل شام سے جہاں یزید کی تخت گاہ تھی یزید کی رائے مل سکی اور وہاں کے باشندوں نے اس کی بیعت کی۔اہل کوفہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ ہی میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیج رہے تھے، تشریف آوری کی التجائیں کررہے تھے لیکن امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف انکار کردیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور یزید کی تخت نشینی کے بعد اہل عراق کی جماعتوں نے متفق ہوکر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیجیں اوران میں اپنی نیازمندی وجذبات عقیدت واخلاص کا اظہار کیا اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنے جان ومال فدا کرنے کی تمنا ظاہر کی، اس طرح کے التجا ناموں اور درخواستوں کا سلسلہ بندھ گیا اور تمام جماعتوں اور فرقوں کی طرف سے ڈیڑھ سو کے قریب عرضیاں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچیں، کہاں تک اِغْماض کیا جاتا اور کب تک حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق جوابِ خشک کی اجازت دیتے؟ ناچار آپ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی تجویز فرمائی۔

اگرچہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور تھی اور کوفیوں کی بیوفائی کا پہلے بھی تجربہ ہو چکا تھا مگر جب یزید بادشاہ بن گیا اور اس کی حکومت وسلطنت دین کے لئے خطرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی بیعت ناروا تھی اور وہ طرح طرح کی تدبیروں اور حیلوں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں۔ان حالات میں کوفیوں کا بپاسِ ملت یزید کی بیعت سے دست کشی کرنا اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طالبِ بیعت ہونا امام پر لازم کرتا تھا کہ ان کی درخواست قبول فرمائیں جب ایک قوم ظالم وفاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحب استحقاق اہل سے درخواستِ بیعت کرے اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو اس جابر ہی کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو بارگاہِ الٰہی عزوجل میں کوفیوں کے اس مطالبہ کا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعت کے لئے راضی نہ ہوئے۔بدیں وجہ ہمیں یزید کے ظلم وتشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی اگر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں فدا کرنے کیلئے حاضر تھے۔یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا جس کا حل بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں۔

اگرچہ اکابر صحابہ کرام حضرت ابن عباس وحضرت ابن عمر وحضرت جابر وحضرت ابوسعید وحضرت ابو واقد لیثی وغیرہم علیہم الرضوان حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس رائے سے متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد ومَواثِیق کا اعتبار نہ تھا، امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اور شہادتِ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت ان سب کے دلوں میں اِختِلاج پیدا کر رہی تھی، گو کہ یہ یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں

یہ مرحلہ درپیش ہوگا لیکن اندیشہ مانع تھا۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو روکنے کے لئے عذرِ شرعی کیا ہے۔ ادھر ایسے جلیل القدر صحابہ علیہم الرضوان کے شدید اصرار کا لحاظ، ادھر اہل کوفہ کی استدعا رد نہ فرمانے کے لئے کوئی شرعی عذر نہ ہونا حضرت امام کے لئے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل بجز اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ پہلے حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا جائے اگر کوفیوں نے بد عہدی و بے وفائی کی تو عذرِ شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اپنے عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جاسکے گی۔ (1)

کوفہ کو حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روانگی

اس بنا پر آپ نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ روانہ فرمایا اور اہل کوفہ کو تحریر فرمایا کہ تمہاری استدعا پر ہم حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کرتے ہیں ان کی نصرت وحمایت تم پر لازم ہے۔ حضرت مسلم کے دو فرزند محمد اور ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو اپنے باپ کے بہت پیارے بیٹے تھے اس سفر میں اپنے پدر مشفق کے ہمراہ ہوئے۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ پہنچ کر مختار بن ابی عبید کے مکان پر قیام فرمایا آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر جُوق جُوق مخلوق آپ کی زیارت کو آئی اور بارہ ہزار سے زیادہ تعداد نے آپ کے دست مبارک پر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی۔

---

1 ......تاریخ الخلفاء، باب یزید بن معاویۃ ابو خالد الاموی، ص ١٦٤۔١٦٥ ملتقطاً
والکامل فی التاریخ ، سنۃ ستین، خروج الحسین...الخ، دعوۃ اھل الکوفۃ ...الخ، ج٣، ص ٣٨٥،٣٨٦ ملتقطاً
والبدایۃ والنھایۃ، سنۃ ستین من الھجرۃ النبویۃ، صفۃ مخرج الحسین الی العراق، ج٥، ص ٦٦٧ ملتقطاً وملخصاً

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہلِ عراق کی گرِ وِیدَ گی وعقیدت دیکھ کر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب میں عریضہ لکھا جس میں یہاں کے حالات کی اطلاع دی اور التماس کی کہ ضرورت ہے کہ حضرت جلد تشریف لائیں تا کہ بندگان خدا، ناپاک کے شر سے محفوظ رہیں اور دین حق کی تائید ہو، مسلمان امام حق کی بیعت سے مشرف وفیض یاب ہوسکیں۔ اہل کوفہ کا یہ جوش دیکھ کر حضرت نعمان بن بشیر صحابی نے جواس زمانے میں حکومت شام کی جانب سے کوفہ کے والی (گورنر) تھے۔ اہل کوفہ کو مطلع کیا کہ یہ بیعت یزید کی مرضی کے خلاف ہے اور وہ اس پر بہت بھڑکے گا لیکن اتنی اطلاع دے کر ضابطہ کی کارروائی پوری کر کے حضرت نعمان بن بشیر خاموش ہو بیٹھے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی دست اندازی نہ کی۔ (1)

مسلم بن یزید حضرمی اور عمارہ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو اطلاع دی کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے ہیں اور اہل کوفہ میں ان کی محبت وعقیدت کا جوش دَم بدَم بڑھ رہا ہے۔ ہزارہا آدمی ان کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں اور نعمان بن بشیر نے اب تک کوئی کارروائی انکے خلاف نہیں کی نہ اِنسِدادی تدابیر عمل میں لائے۔

یزید نے یہ اطلاع پاتے ہی نعمان بن بشیر کو معزول کیا اور عبید اللہ بن زیاد کو جو اس کی طرف سے بصرہ کا والی تھا ان کا قائم مقام کیا۔ عبید اللہ بن زیاد بہت مکار وعیّار

---

1 ......الکامل فی التاریخ، سنة ستین، خروج الحسین...الخ، دعوة اهل الکوفة...الخ، ج۳، ص۳۸۵،۳۸۶ ملخصاً

والبدایة والنهایة، سنة ستین من الهجرة النبویة، قصة الحسین بن علی...الخ، ج۵، ص۶۵۷ ملخصاً

تھا، وہ بصرہ سے روانہ ہوا اور اس نے اپنی فوج کو قادِسیّہ میں چھوڑا اور خود حجازیوں کا لباس پہن کر اونٹ پر سوار ہوا اور چند آدمی ہمراہ لے کر شب کی تاریکی میں مغرب و عشاء کے درمیان اس راہ سے کوفہ میں داخل ہوا جس سے حجازی قافلے آیا کرتے تھے۔ اس مکاری سے اس کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت اہلِ کوفہ میں بہت جوش ہے، ایسے طور پر داخل ہونا چاہیے کہ وہ ابنِ زیاد کو نہ پہچانیں اور یہ سمجھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے تاکہ وہ بے خطرہ واندیشہ امن وعافیت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اہلِ کوفہ جن کو ہر لحہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار تھا، انہوں نے دھوکا کھایا اور شب کی تاریکی میں حجازی لباس اور حجازی راہ سے آتا دیکھ کر سمجھے کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے، نعرہ ہائے مسرت بلند کئے، گردو پیش مرحبا کہتے چلے مَرۡحَبًا بِكَ يَا ابۡنَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اور قَدِمۡتَ خَيۡرَ مَقۡدَمٍ کا شور مچایا۔ یہ مردود دل میں تو جلتا رہا اور اس نے اندازہ کرلیا کہ کوفیوں کو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریف آوری کا انتظار ہے اور ان کے دل ان کی طرف مائل ہیں مگر اس وقت کی مصلحت سے خاموش رہا تاکہ ان پر اس کا مکر کھل نہ جائے یہاں تک کہ دارالامارہ (گورنمنٹ ہاؤس) میں داخل ہوگیا۔ اس وقت کوفی یہ سمجھے کہ یہ حضرت نہ تھے بلکہ ابن زیاد اس فریب کاری کے ساتھ آیا اور انھیں حسرت و مایوسی ہوئی۔ رات گزار کر صبح کو ابن زیاد نے اہلِ کوفہ کو جمع کیا اور حکومت کا پروانہ پڑھ کر انہیں سنایا اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا دھمکایا، طرح طرح کے حیلوں سے حضرت مسلم کی جماعت کو منتشر کر دیا، حضرت مسلم نے ہانی بن عروہ کے مکان میں اقامت فرمائی، ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو ایک دستہ فوج کے ساتھ ہانی کے مکان پر بھیج کر اس کو گرفتار

کرا منگا یا اور قید کرلیا، کوفہ کے تمام رؤسا و عمائد کو بھی قلعہ میں نظر بند کرلیا۔ (1)

حضرت مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ خبر پا کر برآمد ہوئے اور آپ نے اپنے متوسلین کوندا کی، جوق جوق آدمی آنے شروع ہوئے اور چالیس ہزار کی جمعیت نے آپ کے ساتھ قصرِ شاہی کا احاطہ کرلیا، صورت بن آئی تھی حملہ کرنے کی دیر تھی۔ اگر حضرت مسلم حملہ کرنے کا حکم دیتے تو اسی وقت قلعہ فتح پاتا اور ابن زیاد اور اس کے ہمراہی حضرت مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہاتھ میں گرفتار ہوتے اور یہی لشکر سیلاب کی طرح امنڈ کر شامیوں کو تاخت و تاراج کرڈالتا اور یزید کو جان بچانے کے لیے کوئی راہ نہ ملتی۔ نقشہ تو یہی جما تھا مگر کار بدست کارکنانِ قدرست، بندوں کا سوچا کیا ہوتا ہے۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قلعہ کا احاطہ تو کرلیا اور باوجودیکہ کوفیوں کی بدعہدی اور ابن زیاد کی فریب کاری اور یزید کی عداوت پورے طور پر ثابت ہوچکی تھی۔ پھر بھی آپ نے اپنے لشکر کو حملہ کا حکم نہ دیا اور ایک بادشاہ دادگُستَر کے نائب کی حیثیت سے آپ نے انتظار فرمایا کہ پہلے گفتگو سے قطع حجت کرلیا جائے اور صلح کی صورت پیدا ہوسکے تو مسلمانوں میں خونریزی نہ ہونے دی جائے۔ آپ اپنے اس پاک ارادہ سے انتظار میں رہے اور اپنی احتیاط کو ہاتھ سے نہ دیا، دشمن نے اس وقفہ سے فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے رؤسا و عمائد جن کو ابن زیاد نے پہلے سے قلعہ میں بند کررکھا تھا انھیں مجبور کیا کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور زیرِ اثر لوگوں

---

1 ......الکامل فی التاریخ، سنة ستین، خروج الحسین...الخ، دعوة اهل الکوفة...الخ، ج۳، ص۳۸۷۔۳۸۸ ملتقطاً

والبدایة والنهایة ، سنة ستین من الهجرة النبویة ، قصة الحسین بن علی...الخ ، ج۵، ص۶۵۶۔۶۵۸ ملتقطاً

وتاریخ الطبری، سنة ستین، باب مقتل الحسین بن علی...الخ، ج۴، ص۶۶

کو مجبور کر کے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جماعت سے علیحدہ کر دیں۔

یہ لوگ ابن زیاد کے ہاتھ میں قید تھے اور جانتے تھے کہ اگر ابن زیاد کو شکست بھی ہوئی تو وہ قلعہ فتح ہونے تک ان کا خاتمہ کر دیگا۔ اس خوف سے وہ گھبرا کر اٹھے اور انہوں نے دیوارِ قلعہ پر چڑھ کر اپنے متعلقین ومتوسلین سے گفتگو کی اور انھیں حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رَفاقت چھوڑ دینے پر انتہا درجہ کا زور دیا اور بتایا کہ علاوہ اس بات کے کہ حکومت تمہاری دشمن ہو جائے گی یزید ناپاک طِیْنَت تمہارے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالے گا، تمہارے مال لٹوا دے گا، تمہاری جاگیریں اور مکان ضبط ہو جائیں گے، یہ اور مصیبت ہے کہ اگر تم امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہے تو ہم جو ابن زیاد کے ہاتھ میں قید ہیں قلعہ کے اندر مارے جائیں گے، اپنے انجام پر نظر ڈالو، ہمارے حال پر رحم کرو، اپنے گھروں پر چلے جاؤ۔ یہ حیلہ کامیاب ہوا اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر منتشر ہونے لگا یہاں تک کہ تا بوقتِ شام حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کوفہ میں جس وقت مغرب کی نماز شروع کی تو آپ کے ساتھ پانچ سو آدمی تھے اور جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۔ تمناؤں کے اظہار اور التجاؤں کے طومار سے جس عزیز مہمان کو بلایا تھا اس کے ساتھ یہ وفا ہے کہ وہ تنہا ہیں اور ان کی رَفاقت کے لئے کوئی ایک بھی موجود نہیں، کوفہ والوں نے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑنے سے پہلے غیرت و حمیت سے قطع تعلق کیا اور انہیں ذرا پرواہ نہ ہوئی کہ قیامت تک تمام عالَم میں ان کی بے ہمتی کا شُہرہ رہے گا اور اس بزدلانہ بے مروتی اور نامردی سے وہ رسوائے عالَم ہوں گے۔

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غربت ومسافرت میں تنہا رہ گئے، کدھر جائیں، کہاں قیام کریں، حیرت ہے کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل تھے جہاں سے ایسے

محترم مہمانوں کو مدعو کرنے کے لئے رسل ورسائل کا تانتا باندھ دیا گیا تھا، نادان بچے ساتھ ہیں، کہاں انہیں لٹائیں، کہاں سلائیں، کوفہ کے وسیع خطہ میں دوچار گز زمین حضرت مسلم کے شب گزارنے کے لئے نظر نہیں آتی۔ اس وقت حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد آتی ہے اور دل تڑپا دیتی ہے، وہ سوچتے ہیں کہ میں نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب میں خط لکھا، تشریف آوری کی التجا کی ہے اور اس بدعہد قوم کے اخلاص وعقیدت کا ایک دل کش نقشہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور پیش کیا ہے اور تشریف آوری پر زور دیا ہے۔ یقیناً حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری التجا رد نہ فرمائیں گے اور یہاں کے حالات سے مطمئن ہو کر مع اہل وعیال چل پڑے ہوں گے یہاں انھیں کیا مصائب پہنچیں گے اور چمن زہرا کے جنتی پھولوں کو اس بے مُہری کی طپش کیسے گزند پہنچائے گی۔ یہ غم الگ دل کو گھائل کر رہا تھا اور اپنی تحریر پر شرمندگی وانفعال اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خطرات علیحدہ بے چین کر رہے تھے اور موجودہ پریشانی جدا دامن گیر تھی۔

اس حالت میں حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیاس معلوم ہوئی، ایک گھر سامنے نظر پڑا جہاں طوعہ نامی ایک عورت موجود تھی اس سے آپ نے پانی مانگا، اس نے آپ کو پہچان کر پانی دیا اور اپنی سعادت سمجھ کر آپ کو اپنے مکان میں فروکش کیا۔ اس عورت کا بیٹا محمد ابن اشعث کا گُرگا تھا، اس نے فوراً ہی اس کو خبر دی اور اس نے ابن زیاد کو اس پر مطلع کیا۔ عبیداللہ ابن زیاد نے عمرو بن حریث (کوتوال کوفہ) اور محمد بن اشعث کو بھیجا ان دونوں نے ایک جماعت ساتھ لے کر طوعہ کے گھر کا احاطہ کیا اور چاہا کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر لیں۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تلوار لے کر نکلے اور بناچاری آپ نے ان ظالموں سے مقابلہ شروع کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس جماعت پر اسطرح ٹوٹ پڑے جیسے شیرِ ببر گلۂ گوسپند پر حملہ آور ہو۔ آپکے شیرانہ حملوں سے دل آوروں نے دل چھوڑ دیئے اور بہت آدمی زخمی ہو گئے، بعض مارے گئے۔ معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کے اس ایک جوان سے نامردانِ کوفہ کی یہ جماعت نبرد آزما نہیں ہوسکتی۔ اب تجویز کی کہ کوئی چال چلنی چاہیے اور کسی فریب سے حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔ یہ سوچ کر امن و صلح کا اعلان کر دیا اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ ہمارے آپ کے درمیان جنگ کی ضرورت نہیں ہے نہ ہم آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنا چاہتے ہیں مدعا صرف اس قدر ہے کہ آپ ابن زیاد کے پاس تشریف لے چلیں اور اس سے گفتگو کر کے معاملہ طے کر لیں۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا خود قصدِ جنگ نہیں اور جس وقت میرے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا اس وقت بھی میں نے جنگ نہیں کی اور میں یہی انتظار کرتا رہا کہ ابن زیاد گفتگو کر کے کوئی شکلِ مُصالحت پیدا کرے تو خونریزی نہ ہو۔(1)

چنانچہ یہ لوگ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مع ان کے دونوں صاحبزادوں کے عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے کر روانہ ہوئے۔ اس بدبخت نے پہلے ہی سے دروازہ کے دونوں پہلوؤں میں اندر کی جانب تیغ زن چھپا کر کھڑے کر دیئے تھے اور انہیں حکم دے دیا تھا کہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ میں داخل ہوں تو ایک دم دونوں طرف سے ان پر وار کیا جائے۔ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی کیا خبر تھی اور آپ اس مکاری

1 ......الکامل فی التاریخ، سنة ستین، خروج الحسین...الخ، دعوة اھل الکوفة ...الخ ومقتل مسلم بن عقیل، ج۳، ص۳۹۳۔۳۹۵ ملتقطاً
والبدایة والنھایة، سنة ستین من الھجرة النبویة، قصة الحسین بن علی...الخ، ج۵، ص۶۶۰، ۶۶۱ ملتقطاً

اور کیَّا دی سے کیا واقف تھے، آپ آیۂ کریمہ: رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (1) الآیۃ پڑھتے ہوئے دروازہ میں داخل ہوئے۔ داخل ہونا تھا کہ اشقیا نے دونوں طرف سے تلواروں کے وار کیئے اور بنی ہاشم کا مظلوم مسافر اعداءِ دین کی بے رحمی سے شہید ہوا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

دونوں صاحبزادے آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے اس بے کسی کی حالت میں اپنے شفیق والد کا سر ان کے مبارک تن سے جدا ہوتے دیکھا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل غم سے پھٹ گئے اور اس صدمہ میں وہ بید کی طرح لرزنے اور کانپنے لگے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کو دیکھتا تھا اور ان کی سرمگیں آنکھوں سے خونی اشک جاری تھے لیکن اس معرکۂ ستم میں کوئی ان نادانوں پر رحم کرنے والا نہ تھا، ستم گاروں نے ان نونہالوں کو بھی تیغِ ستم سے شہید کیا اور ہانی کو قتل کر کے سولی چڑھایا۔ ان تمام شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا کر کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرائے گئے اور بے حیائی کے ساتھ کوفیوں نے اپنی سنگ دلی اور مہمان کُشی کا عملی طور پر اعلان کیا۔ (2)

یہ واقعہ ۳ ذی الحجہ ۶۰ھ کا ہے۔ اسی روز مکہ مکرمہ سے حضرت امام حسین رضی

1 ...... ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر۔ (پ۹، الاعراف: ۸۹)

2 ...... تاریخ الطبری، سنة ستین، باب مقتل الحسین بن علی... الخ، ج ٤، ص ٦٨
والمنتظم لابن جوزی، سنة ستین من الهجرة، باب ذکر بیعة یزید بن معاویة... الخ، ج ٥، ص ٣٢٦
والکامل فی التاریخ، سنة ستین، خروج الحسین... الخ، مقتل مسلم بن عقیل، ج ٣، ص ٣٩٨ ملتقطاً
والبدایة والنهایة، سنة ستین من الهجرة النبویة، صفة مخرج الحسین الی العراق، ج ٥، ص ٦٦٥

اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔(1)

---

1 ......آپ کے ہمراہ اس وقت مسطورۂ ذیل حضرات تھے۔تین فرزند حضرت امام علی اوسط جن کو امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جو حضرت شہر بانو بنت یزدجرد بن شہریار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں کے بطن سے ہیں ان کی عمر اس وقت بائیس سال کی تھی اور وہ مریض تھے۔حضرت امام کے دوسرے صاحبزادے حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو یعلی بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کے بطن سے ہیں جن کی عمر اٹھارہ سال کی تھی (یہ شریک جنگ ہو کر شہید ہوئے) تیسرے شیر خوار جنہیں علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جن کا نام عبداللہ اور جعفر بھی بتایا گیا ہے اس نام میں اختلاف ہے آپ کی والدہ قبیلہ بنی قضاعہ سے ہیں اور ایک صاحبزادی جن کا نام سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے اور جن کی نسبت حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوئی تھی اور اس وقت آپ کی عمر سات سال کی تھی۔کربلا میں ان کا نکاح ہونے کی جو روایت مشہور ہے وہ غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں اور کچھ ایسے کم عقل لوگوں نے یہ روایت وضع کی ہے جنھیں اتنی بھی تمیز نہ تھی کہ وہ یہ سمجھ سکتے کہ اہل بیت رسالت کے لیے وہ وقت توجہ الی اللہ اور شوق شہادت اور اتمام حجت کا تھا۔اس وقت شادی نکاح کی طرف التفات ہونا بھی ان حالات کے منافی ہے۔حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات بھی راہِ شام میں مشہور کی جاتی ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ وہ واقعۂ کربلا کے بعد عرصہ تک حیات رہیں اور ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا۔حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ امراء القیس ابن عدی کی دختر قبیلہ بنی کلب سے ہیں۔حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی ازواج میں سب سے زیادہ ان کے ساتھ محبت تھی اور ان کا بہت زیادہ اکرام و احترام فرماتے تھے۔حضرت امام کا ایک شعر ہے ؎

لَعُمْرِیْ اِنَّنِیْ لَاُحِبُّ اَرْضًا تَحُلُّ بِھَا سَکِیْنَۃُ وَالرَّبَابُ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عالی مقام کو حضرت سکینہ اور ان کی والدہ ماجدہ سے کس قدر محبت تھی۔حضرت امام کی بڑی صاحبزادی حضرت فاطمہ صغری رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت ام اسحٰق بنت حضرت طلحہ کے بطن سے ہیں اپنے شوہر حضرت حسن بن مثنیٰ بن حضرت امام حسن ابن حضرت مولیٰ علی مرتضی۔(رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ مدینہ طیبہ میں رہیں کربلا تشریف نہ لائیں۔امام کے ازواج میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت شہر بانو اور حضرت علی اصغر کی والدہ تھیں۔حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار نوجوان فرزند حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت عمر، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھے اور کربلا میں شہید ہوئے۔حضرت مولیٰ علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پانچ فرزند حضرت عباس ابن علی، حضرت عثمان ابن علی، حضرت عبداللہ ابن علی، حضرت محمد ابن علی، حضرت جعفر ابن علی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوفہ کو روانگی

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط آنے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفیوں کی درخواست قبول فرمانے میں کوئی وجہ تامل وجائے عذر باقی نہیں رہتی تھی، ظاہری شکل تو یہ تھی اور حقیقت میں قضاوقدر کے فرمان نافذ ہو چکے تھے شہادت کا وقت نزدیک آچکا تھا، جذبۂ شوق دل کو کھینچ رہا تھا، فداکاری کے ولولوں نے دل کو بیتاب کر دیا تھا، حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر عراق کا ارادہ فرمایا اور اسباب سفر درست ہونے لگا، نیازمندان صادق العقیدت کو اطلاع ہوئی۔ اگرچہ ظاہر میں کوئی مُخَوِّف صورت پیش نظر نہ تھی اور حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط سے کوفیوں کی عقیدت وارادت اور ہزارہا آدمیوں کے حلقۂ بیعت میں داخل ہونے کی اطلاع مل چکی، غَدَر اور جنگ کا بظاہر کوئی قرینہ نہ تھا لیکن صحابہ کے دل اس وقت حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سفر کو کسی طرح

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھے۔ سب نے شہادت پائی۔ حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندوں میں حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کربلا پہنچنے سے پہلے ہی مع اپنے دو صاحبزادوں محمد وابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شہید ہو چکے اور تین فرزند حضرت عبداللہ و حضرت عبدالرحمٰن و حضرت جعفر برادران حضرت مسلم علیہم الرضوان امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ کربلا حاضر ہو کر شہید ہوئے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو پوتے حضرت محمد اور حضرت عون رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ حاضر ہو کر شہید ہوئے ان کے والد کا نام عبداللہ بن جعفر ہے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی بھانجے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ صاحبزادگان اہل بیت میں سے سترہ حضرات حضرت کے ہمراہ حاضر ہو کر رتبۂ شہادت کو پہنچے اور حضرت امام زین العابدین (بیمار) اور عمر بن حسن اور محمد بن عمر بن علی اور دوسرے صغیر السن صاحبزادے علیہم الرضوان قیدی بنائے گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ اور شہربانو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ اور حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دختر اور دوسری اہل بیت کی بیبیاں ہمراہ تھیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ ۱۲ منہ

گوارا نہ کرتے تھے اور وہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اصرار کر رہے تھے کہ آپ اس سفر کو ملتوی فرمائیں مگر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی یہ استدعا قبول فرمانے سے مجبور تھے کیونکہ آپ کو خیال تھا کہ کوفیوں کی اتنی بڑی جماعت کا اس قدر اصرار اور ایسی التجاؤں کے ساتھ عرضداشتیں پذیرا، نہ فرمانا اہلِ بیت کے اَخلاق کے شایاں نہیں۔ اس کے علاوہ حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہنچنے پر اہل کوفہ کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہونا اور امام کی بیعت کے لئے شوق سے ہاتھ پھیلا دینا اور ہزاروں کوفیوں کا داخلِ حلقۂ غلامی ہو جانا، اس پر بھی حضرت امام کا ان کی طرف سے اِغماض فرمانا اور ان کی ایسی التجاؤں کو جو محض دینی پاسداری کے لیے ہیں، ٹھکرا دینا اور اس مسلمان قوم کی دل شکنی کرنا حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی طرح گوارا نہ ہوا۔ ادھر حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے صفا کیش کی استدعا کو بے التفاتی کی نظر سے دیکھنا اور ان کی درخواستِ تشریف آوری کو رد فرما دینا بھی حضرت امام پر بہت شاق تھا۔ یہ وجوہ تھے جنہوں نے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفرِ عراق پر مجبور کیا اور آپ کو اپنے حجازی عقیدت مندوں سے معذرت کرنا پڑی۔ (1)

حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابو واقد لیثی اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روکنے میں بہت مصر تھے اور آخر تک وہ یہی کوشش کرتے رہے کہ آپ مکہ مکرمہ سے تشریف نہ لے جائیں لیکن یہ کوششیں کار آمد نہ ہوئیں اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳ ذی الحجہ ۶۰ ؁ھ کو اپنے اہل بیت موالی و خدام کل بیاسی (۸۲) نفوس کو ہمراہ

---

(1) البداية والنهاية، سنة ستين من الهجرة النبوية، صفة مخرج الحسين الى العراق، ج٥، ص٦٦٤۔٦٦٥

لے کرراہِ عراق اختیار کی۔ مکہ مکرمہ سے اہل بیت رسالت کا یہ چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوتا ہے اور دنیا سے سفر کرنے والے بیت اللہ الحرام کا آخری طواف کر کے خانہ کعبہ کے پردوں سے لپٹ لپٹ کر روتے ہیں، ان کی گرم آہوں اور دل ہلا دینے والے نالوں نے مکہ مکرمہ کے باشندوں کو مغموم کردیا، مکہ مکرمہ کا بچہ بچہ اہل بیت کے اس قافلہ کو حرم شریف سے رخصت ہوتا دیکھ کر آبدیدہ اور مغموم ہورہا تھا مگر وہ جانبازوں کے میرِ لشکر اور فداکاروں کے قافلہ سالار مردانہ ہمت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اَثنائے راہ میں ذاتِ عرق کے مقام پر بشیر ابن غالب اسدی بعزمِ مکہ مکرمہ کوفہ سے آتے ملے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے اہل عراق کا حال دریافت کیا، عرض کیا کہ انکے قلوب آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ یَفۡعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ۝ (1) حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا سچ ہے۔ ایسی ہی گفتگو فرزدق شاعر سے ہوئی۔ بطن ذی الرمہ (نام مقام) سے روانہ ہونے کے بعد عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ وہ حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بہت درپے ہوئے کہ آپ اس سفر کو ترک فرمائیں اور اس میں انہوں نے اندیشے ظاہر کیے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: لَنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ج (2) ہمیں وہی مصیبت پہنچ سکتی ہے جو خداوند عالم نے ہمارے لئے مقرر فرمادی۔ (3)

---

1 ...... ترجمۂ کنزالایمان: اللہ جو چاہے کرے۔ (۱۳، ابرٰھیم: ۲۷)

2 ...... ترجمۂ کنزالایمان: ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا۔ (پ ۱۰، التوبة: ۵۱)

3 ...... البداية والنهاية، سنة ستين من الهجرة النبوية، صفة مخرج الحسين الى العراق، ج ٥، ص ٦٦٨ـ ٦٧٤ ملتقطاً و ملخصاً

والكامل فی التاريخ، سنة ستين، ذكر الخبر عن مراسلة...الخ، ج ٣، ص ٣٨١

راہ میں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفیوں کی بدعہدی اور حضرت مسلم کی شہادت کی خبر مل گئی۔ اس وقت آپ کی جماعت میں مختلف رائیں ہوئیں اور ایک مرتبہ آپ نے بھی واپسی کا قصد ظاہر فرمایا لیکن بہت گفتگویوں کے بعد رائے یہی قرار پائی کہ سفر جاری رکھا جائے اور واپسی کا خیال ترک کیا جائے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس مشورہ سے اتفاق کیا اور قافلہ آگے چل دیا یہاں تک کہ جب کوفہ دو منزل رہ گیا تب آپ کو حر بن یزید ریاحی ملا، حر کے ساتھ ابن زیاد کے ایک ہزار ہتھیار بند سوار تھے، حر نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب میں عرض کیا کہ اس کو ابن زیاد نے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ کو اس کے پاس لے چلے، حر نے یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ مجبورانہ بادل نخواستہ آیا ہے اور اس کو آپ کی خدمت میں جرأت بہت ناپسند و ناگوار ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حر سے فرمایا کہ میں اس شہر میں خود بخود نہ آیا بلکہ مجھے بلانے کے لئے اہل کوفہ کے متواتر پیام گئے اور لگاتار نامے پہونچتے رہے۔ اے اہل کوفہ! اگر تم اپنے عہد و بیعت پر قائم ہو اور تمہیں اپنی زبانوں کا کچھ پاس ہو تو تمہارے شہر میں داخل ہوں ورنہ یہیں سے واپس چلا جاؤں۔ حر نے قسم کھا کر کہا کہ ہم کو اس کا کچھ علم نہیں کہ آپ کے پاس التجا نامے اور قاصد بھیجے گئے اور میں نہ آپ کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ واپس ہو سکتا ہوں۔

حر کے دل میں خاندان نبوت اور اہل بیت کی عظمت ضرور تھی اور اس نے نمازوں میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی اقتدا کی لیکن وہ ابن زیاد کے حکم سے مجبور تھا اور اس کو یہ اندیشہ بھی تھا کہ وہ اگر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوئی مراعات کرے تو ابن زیاد پر یہ بات ظاہر ہو کر رہے گی کہ ہزار سوار ساتھ ہیں، ایسی صورت میں

کسی بات کا چھپانا ممکن نہیں اور اگر ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ذرا بھی فرُوگُذاشت کی گئی ہے تو وہ نہایت سختی کے ساتھ پیش آئے گا۔ اس اندیشہ اور خیال سے حر اپنی بات پر اڑا رہا یہاں تک کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ کی راہ سے ہٹ کر کربلا میں نزول فرمانا پڑا۔

یہ محرم ۶۱ ھ کی دوسری تاریخ تھی۔ آپ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔ حضرت امام کربلا سے واقف تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ کربلا ہی وہ جگہ ہے جہاں اہلِ بیتِ رسالت کو راہِ حق میں اپنے خون کی ندیاں بہانی ہوں گی۔ (1) آپ کو انہیں دنوں میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی، حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے آپ کو شہادت کی خبر دی اور آپ کے سینۂ مبارک پر دست اقدس رکھ کر دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اَعطِ الْحُسَیْنَ صَبْرًا وَّاَجْرًا عجیب وقت ہے کہ سلطان دارین کے نورِ نظر کو صدہا تمناؤں سے مہمان بنا کر بلایا ہے، عرضیوں اور درخواستوں کے طومار لگا دیئے ہیں، قاصدوں اور پیاموں کی روزمرہ ڈاک لگ گئی ہے۔ اہل کوفہ راتوں کو اپنے مکانوں میں امام کی تشریف آوری خواب میں دیکھتے ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے، جماعتیں مدتوں تک صبح سے شام تک حجاز کی سڑک پر بیٹھ کر امام کی آمد کا انتظار کیا کرتی ہیں اور شام کو بادِلِ مَغْموم واپس جاتی ہیں لیکن جب وہ کریم مہمان... اپنے کرم سے ان کی زمین میں ورود فرماتا ہے تو ان ہی کوفیوں کا مسلح لشکر سامنے آتا ہے اور نہ شہر میں داخل ہونے دیتا ہے نہ اپنے وطن ہی کو واپس تشریف لے جانے پر راضی ہوتا

1 ...... البداية والنهاية، سنة ستين من الهجرة النبوية، صفة مخرج الحسين الى العراق، ج ٥، ص ٦٧٥ـ٦٧٧ ملتقطاً

والكامل فی التاريخ، سنة احدى و ستين، ذكر مقتل الحسين، ج ٣، ص ٤٠٧ـ٤١١

ہے۔ یہاں تک کہ اس معزز مہمان کو مع اپنے اہل بیت کے کھلے میدان میں رختِ اقامت ڈالنا پڑتا ہے اور دشمنان حیا کو غیرت نہیں آتی۔ دنیا میں ایسے معزز مہمان کے ساتھ ایسی بے حمیتی کا سلوک کبھی نہ ہوا ہوگا جو کوفیوں نے حضرت امام کے ساتھ کیا۔

یہاں تو ان مسافرانِ بے وطن کا سامان بے ترتیب پڑا ہے اور ادھر ہزار سوار کا مسلح لشکر مقابل خیمہ زن ہے جو اپنے مہمانوں کو نیزوں کی نوکیں اور تلواروں کی دھاریں دکھا رہا ہے اور بجائے آداب میزبانی کے خونخواری پر تلا ہوا ہے۔ دریائے فرات کے قریب دونوں لشکر تھے اور دریائے فرات کا پانی دونوں لشکروں میں سے کسی کو سیراب نہ کرسکا۔ امام کے لشکر کو تو اس کا ایک قطرہ پہنچنا ہی مشکل ہوگیا اور یزیدی لشکر جتنے آتے گئے ان سب کو اہل بیت رسالت کے بے گناہ خون کی پیاس بڑھتی گئی۔ آب فرات سے ان کی تشنگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ ابھی اطمینان سے بیٹھنے اور تکان دور کرنے کی صورت بھی نظر نہ آئی تھی کہ حضرت امام کی خدمت میں ابن زیاد کا ایک مکتوب پہنچا جس میں اس نے حضرت امام سے یزید ناپاک کی بیعت طلب کی تھی۔ حضرت امام نے وہ خط پڑھ کر ڈال دیا اور قاصد سے کہا میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں۔

ستم ہے، بلایا تو جاتا ہے خود بیعت ہونے کے لئے اور جب وہ کریم بادیہ پیمائی کی مشقتیں برداشت فرما کر تشریف لے آتے ہیں تو ان کو یزید جیسے عیب مجسم شخص کی بیعت پر مجبور کیا جاتا ہے جس کی بیعت کو کوئی بھی واقف حال دیندار آدمی گوارا نہیں کرسکتا تھا نہ وہ بیعت کسی طرح جائز تھی۔ امام کو ان بے حیاؤں کی اس جرأت پر حیرت تھی اور اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس کا کچھ جواب نہیں ہے۔ اس سے ابن زیاد کا طیش اور زیادہ ہوگیا اور اس نے مزید عسا کر وافواج ترتیب دیئے اور ان لشکروں کا

سپہ سالار عمر بن سعد کو بنایا جو اس زمانے میں ملک رے کا والی (گورنر) تھا۔ رے خراسان کا ایک شہر ہے جو آج کل ایران کا دار السلطنت ہے اور اس کو طہران کہتے ہیں۔

ستم شعار محاربین سب کے سب حضرت امام کی عظمت و فضیلت کو خوب جانتے پہچانتے تھے اور آپ کی جلالت و مرتبت کا ہر دل مُعْتَرِف تھا۔ اس وجہ سے ابن سعد نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقاتلہ سے گریز کرنی چاہی اور پہلوتہی کی وہ چاہتا تھا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کے الزام سے وہ بچا رہے مگر ابن زیاد نے اسے مجبور کیا کہ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو رے کی حکومت سے دست بردار ہو ورنہ امام سے مقابلہ کیا جائے۔ دنیوی حکومت کے لالچ نے اس کو اس جنگ پر آمادہ کر دیا جس کو اس وقت وہ ناگوار سمجھتا تھا اور جس کے تصور سے اس کا دل کانپتا تھا۔ آخر کار ابن سعد وہ تمام عساکر وافواج لے کر حضرت امام کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا اور ابن زیاد بدنہاد پیہم و متواتر کُمَک پر کُمَک بھیجتا رہا یہاں تک کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار و پیادہ جمع ہو گئے اور اس نے اس جمعیت کے ساتھ کربلا میں پہونچ کر فرات کے کنارے پڑاؤ کیا اور اپنا مرکز قائم کیا۔ (1)

حیرت ناک بات ہے اور دنیا کی کسی جنگ میں اس کی مثال نہیں ملتی کہ کُل بیاسی تو آدمی، ان میں بیبیاں بھی، بچے بھی، بیمار بھی، پھر وہ بھی بارادۂ جنگ نہیں آئے تھے اور انتظام حرب کافی نہ رکھتے تھے۔ ان کے لئے بائیس ہزار کی جرار فوج بھیجی جائے۔ آخر وہ ان بیاسی نفوس مقدسہ کو اپنے خیال میں کیا سمجھتے تھے اور ان کی شجاعت و بسالت

(1)......البداية والنهاية، سنة احدى و ستين، ج٥، ص٦٧٨ـ٦٨٢ ملخصاً
والكامل فى التاريخ، سنة احدى و ستين، ذكر مقتل الحسين، ج٣، ص٤١٢ـ٤١٦ ملخصاً
والمعجم البلدان، حرف الراء، باب الراء والياء و ما يليهما، ج٢، ص٤٥٩

کے کیسے کیسے مناظر ان کی آنکھوں نے دیکھے تھے کہ اس چھوٹی سی جماعت کے لئے دوگنی چوگنی دس گنی تو کیا سوگنی تعداد کو بھی کافی نہ سمجھا، بے اندازہ لشکر بھیج دیئے، فوجوں کے پہاڑ لگا ڈالے، اس پر بھی دل خوف زدہ ہیں اور جنگ آزماؤں، دلاوروں کے حوصلے پست ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ شیرانِ حق کے حملے کی تاب لانا مشکل ہے مجبوراً یہ تدبیر کرنا پڑی کہ لشکرامام پر پانی بند کیا جائے، پیاس کی شدت اور گرمی کی حدّت سے قُویٰ مضمحل ہوجائیں، ضُعف انتہا کو پہنچ چکے تب جنگ شروع کی جائے۔

وہ ریگِ گرم اور وہ دھوپ اور وہ پیاس کی شدت
کریں صبر و تحمل میرِ کوثر ایسے ہوتے ہیں

اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر پانی بند کرنے اور ان کے خونوں کے دریا بہانے کیلئے بے غیرتی سے سامنے آنے والوں میں زیادہ تعداد انھیں بے حیاؤں کی تھی جنہوں نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدہا درخواستیں بھیج کر بلایا تھا اور مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر حضرت امام کی بیعت کی تھی مگر آج دشمنانِ حمیت وغیرت کو نہ اپنے عہد و بیعت کا پاس تھا نہ اپنی دعوت و میزبانی کا لحاظ۔ فرات کا بے حساب پانی ان سیاہ باطنوں نے خاندانِ رسالت پر بند کردیا تھا۔ اہل بیت کے چھوٹے چھوٹے خورد سال فاطمی چمن کے نونہال خشک لب، تشنہ دَہان تھے، نادان بچے ایک ایک قطرہ کے لئے تڑپ رہے تھے، نور کی تصویریں پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں، بیماروں کے لئے دریا کا کنارا بیابان بنا ہوا تھا، آل رسول کو لبِ آب پانی میسر نہ آتا تھا، سرِ چشمہ تیمّم سے نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں، اس طرح بے آب ودانہ تین دن گذر گئے، چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب بھوک وپیاس سے بیتاب وتواں ہوگئے۔

اس معرکۂ ظلم وستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہوجاتے اور سرِ نیاز جھکا دیتا مگر فرزندِ رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا اور ان کے عزم واستقلال میں فرق نہ آیا، حق وصداقت کا حامی مصیبتوں کی بھیانک گھٹاؤں سے نہ ڈرا اور طوفانِ بلا کے سیلاب سے اس کے پائے ثبات میں جنبش بھی نہ ہوئی، دین کا شیدائی دنیا کی آفتوں کو خیال میں نہ لایا، دس محرم تک یہی بحث رہی کہ حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ یزید کی بیعت کرلیں۔ اگر آپ یزید کی بیعت کرتے تو وہ تمام لشکر آپ کے جِلَو میں ہوتا، آپ کا کمال اکرام واحترام کیا جاتا، خزانوں کے منہ کھول دیئے جاتے اور دولت دنیا قدموں پر لٹا دی جاتی مگر جس کا دل حُبِّ دنیا سے خالی ہو اور دنیا کی بے ثباتی کا راز جس پر منکشف ہو وہ اس طلسم پر کب مفتوں ہوتا ہے، جس آنکھ نے حقیقی حسن کے جلوے دیکھے ہوں وہ نمائشی رنگ وروپ پر کیا نظر ڈالے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے راحتِ دنیا کے منہ پر ٹھوکر ماردی اور راہِ حق میں پہونچنے والی مصیبتوں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا اور باوجود اس قدر آفتوں اور بلاؤں کے ناجائز بیعت کا خیال اپنے قلب مبارک میں نہ آنے دیا اور مسلمانوں کی تباہی وبربادی گوارا نہ فرمائی، اپنا گھر لٹانا اور اپنے خون بہانا منظور کیا مگر اسلام کی عزت میں فرق آنا برداشت نہ ہوسکا۔(1)

1 ......البداية والنهاية، سنة احدى وستين، ج٥، ص٦٧٨ـ٦٨٢ ملخصاً
والكامل فى التاريخ، سنة احدى وستين، ذكر مقتل الحسين، ج٣، ص٤١٢ـ٤١٦ ملخصاً

دس محرم ۶۱ھ کے دلدوز واقعات

جب کسی طرح شکلِ مُصالحت پیدا نہ ہوئی اور کسی شکل سے جفاشِعار قوم صلح کی طرف مائل نہ ہوئی اور تمام صورتیں ان کے سامنے پیش کر دی گئیں، لیکن تشنگانِ خونِ اہلِ بیت کسی بات پر راضی نہ ہوئے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہو گیا کہ اب کوئی شکل خلاص کی باقی نہیں ہے نہ یہ شہر میں داخل ہونے دیتے ہیں نہ واپس جانے دیتے ہیں نہ ملک چھوڑنے پر ان کو تسلی ہوتی ہے۔ وہ جان کے خواہاں ہیں اور اب اس جنگ کو دفع کرنے کا کوئی طریقہ باقی نہ رہا۔ اس وقت حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قیام گاہ کے گرد ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ خندق کھودی گئی اور اس کی صرف ایک راہ رکھی گئی ہے جہاں سے نکل کر دشمنوں سے مقابلہ کیا جائے۔ خندق میں آگ جلا دی گئی تا کہ اہلِ خیمہ دشمنوں کی ایذا سے محفوظ رہیں۔

دسویں محرم کا قیامت نُما دن آیا۔ جمعہ کی صبح حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام اپنے رُفقاءِ اہلِ بیت کے ساتھ فجر کے وقت اپنی عمر کی آخری نماز باجماعت نہایت ذوق وشوق تضرّع وخشوع کے ساتھ ادا فرمائی۔ پیشانیوں نے سجدوں میں خوب مزے لئے، زبانوں نے قرأت وتسبیحات کے لطف اٹھائے۔ نماز سے فراغ کے بعد خیمہ میں تشریف لائے، دسویں محرم کا آفتاب قریب طلوع ہے، امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تمام رفقاء واہل بیت تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں، ایک قطرۂ آب میسر نہیں آیا اور ایک لقمہ حلق سے نہیں اترا، بھوک پیاس سے جس قدر ضعف وناتوانی کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کا وہی لوگ کچھ اندازہ کر سکتے ہیں جنہیں کبھی دو تین وقت کے فاقہ کی بھی نوبت آئی ہو۔ پھر بے وطنی، تیز دھوپ، گرم ریت، گرم ہوائیں، انہوں نے نازپروردگانِ

آغوشِ رسالت کو کیسا پژمُردہ کر دیا ہوگا۔ ان غریبانِ بے وطن پر جور و جفا کے پہاڑ توڑنے کیلئے بائیس ہزار فوج اور تازہ دم لشکر تیر و تبر، تیغ و سناں سے مسلح صفیں باندھے موجود، جنگ کا نقارہ بجا دیا گیا اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند اور فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جگر بند کو مہماں بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دی۔ (1)

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرصۂ کارزار میں تشریف فرما کر ایک خطبہ فرمایا جس میں بیان فرمایا کہ ''خون ناحق حرام اور غضب الٰہی عزوجل کا موجب ہے، میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو، میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے، کسی کا گھر نہیں جلایا، کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے واپس جانے دو، تم سے کسی چیز کا طلب گار نہیں، تمہارے درپے آزار نہیں، تم کیوں میری جان کے درپے ہو اور تم کس طرح میرے خون کے الزام سے بری ہو سکتے ہو؟ روزِ محشر تمہارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہوگا؟ اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو، پھر یہ بھی سمجھو کہ میں کون اور بارگاہِ رسالت میں کس چشمِ کرم کا منظورِ نظر ہوں، میرے والد کون ہیں اور میری والدہ کس کی لختِ جگر ہیں؟ میں انھیں بتولِ زہرا کا نورِ دیدہ ہوں جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا کی جائے گی کہ اے اہلِ محشر! سر جھکاؤ اور آنکھیں بند کرو کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا پل صراط سے ستر (۷۰) ہزار حوروں کو رکابِ سعادت میں لے کر گزرنے والی ہیں۔ میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی محبت فرمایا ہے، میرے فضائل تمہیں خوب معلوم ہیں، میرے حق میں جو

(1) ......البدایة والنهایة، سنة احدی وستین، ج۵، ص۶۸۵ ملخصاً
والكامل فی التاریخ، سنة احدی وستین، ذکر مقتل الحسین، المعرکة، ج۳، ص۴۱۷ ملخصاً

احادیث وارد ہوئی ہیں اس سے تم بے خبر نہیں ہو۔"

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ آپ کے تمام فضائل ہمیں معلوم ہیں مگر اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے، آپ جنگ کے لئے کسی کو میدان میں بھیجئے اور گفتگو ختم فرمایئے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "میں حجتیں ختم کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس جنگ کو دفع کرنے کی تدابیر میں سے میری طرف سے کوئی تدبیر رہ نہ جائے اور جب تم مجبور کرتے ہو تو بجبوری و ناچاری مجھ کو تلوار اٹھانا ہی پڑے گی۔" (1)

ہُنوز گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ گروہِ اعداء میں سے ایک شخص گھوڑا دوڑا کر سامنے آیا (جس کا نام مالک بن عروہ تھا) جب اس نے دیکھا کہ لشکر امام کے گرد خندق میں آگ جل رہی ہے اور شعلے بلند ہو رہے ہیں اور اس تدبیر سے اہلِ خیمہ کی حفاظت کی جاتی ہے تو اس گستاخ بدباطن نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے حسین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم نے وہاں کی آگ سے پہلے یہیں آگ لگالی۔ حضرت امام عالی مقام علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: كَذَبْتَ يَا عَدُوَّ اللّٰهِ اے دشمن خدا! تو کاذب ہے۔ تجھے گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا۔

مسلم بن عوسجہ کو مالک بن عروہ کا یہ کلمہ بہت ناگوار ہوا اور انہوں نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس بدزبان کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہی۔ صبر وتحمل اور تقویٰ

---

1 ......الکامل فی التاریخ، سنة احدی وستین، ذکر مقتل الحسین، المعرکة، ج٣، ص٤١٨۔٤١٩ ملتقطاً
واللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة، کتاب المناقب، باب مناقب اهل البیت، ج١، ص٣٦٨
والمستدرك للحاكم، کتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم، باب ذکر شان الاذان، الحدیث:٤٨٥٢، ج٤، ص١٦٣

اور راست بازی اور عدالت وانصاف کا ایک عدیمُ المثال منظر ہے کہ ایسی حالت میں جب کہ جنگ کیلئے مجبور کیے گئے تھے۔ خون کے پیاسے تلواریں کھینچے ہوئے جان کے خواہاں تھے۔ بے باکوں نے کمال بے ادبی وگستاخی سے ایسا کلمہ کہا اور ایک جاں نثار اس کے منہ پر تیر مارنے کی اجازت چاہتا ہے تو اس وقت اپنے جذبات قبضہ میں ہیں طیش نہیں آتا۔ فرماتے ہیں کہ خبردار! میری طرف سے کوئی جنگ کی ابتداء نہ کرے تاکہ اس خونریزی کا وبال اعداء ہی کی گردن پر رہے اور ہمارا دامن اقدام سے آلودہ نہ ہو لیکن تیرے جراحتِ قلب کا مرہم بھی میرے پاس ہے اور تیرے سوزِ جگر کی تشفی کی بھی تدبیر رکھتا ہوں، اب تو دیکھ! یہ فرما کر دست دعا دراز فرمائے اور بارگاہ الٰہی عزوجل میں عرض کیا کہ یارب! عزوجل عذاب نار سے قبل اس گستاخ کو دنیا میں آتشِ عذاب میں مبتلا کر۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں رِکاب میں الجھا اور گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سجدۂ شکر کیا اور اپنے پروردگار عزوجل کی حمد وثناء کی اور فرمایا: ''اے پروردگار! عزوجل تیرا شکر ہے کہ تو نے اہلِ بیتِ رسالت کے بدخواہ کو سزا دی۔'' حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے یہ کلمہ سن کر صفِ اعداء میں سے ایک اور بے باک نے کہا کہ آپ کو پیغمبرِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کیا نسبت؟ یہ کلمہ تو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بہت تکلیف دہ تھا۔ آپ نے اس کے لئے بھی بددعا فرمائی اور عرض کیا یارب! عزوجل اس بدزبان کو فوری عذاب میں گرفتار کر۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا فرمائی اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی، گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کے لئے برہنہ ہو کر بیٹھا۔ ایک سیاہ بچھو

نے ڈنگ مارا تو نجاست آلُودہ تڑپتا پھرتا تھا۔ اس رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دِلانِ بے حمیت کو غیرت نہ ہوئی۔ (1)

ایک شخص مزنی نے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سامنے آکر کہا کہ ''اے امام! رضی اللہ تعالٰی عنہ دیکھو تو دریائے فرات کیسا موجیں مار رہا ہے۔ خدا عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہیں اس کا ایک قطرہ نہ ملے گا اور تم پیاسے ہلاک ہوجاؤ گے۔'' حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے حق میں فرمایا: اَللّٰھُمَّ اَمِتْہُ عَطْشَانًا یارب! عزوجل اس کو پیاسا مار۔ امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ فرمانا تھا کہ مزنی کا گھوڑا اچھکا، مزنی گرا، گھوڑا بھاگا اور مزنی اس کے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑا اور پیاس اس پر غالب ہوئی، اس شدت کی غالب ہوئی کہ اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ پکارتا تھا اور جب پانی اس کے منہ سے لگاتے تھے تو ایک قطرہ نہ پی سکتا تھا یہاں تک کہ اسی شدتِ پیاس میں مرگیا۔ (2)

فرزندِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات بھی دکھا دینا تھی کہ ان کی مقبولیتِ بارگاہِ حق پر اور ان کے قرب و منزلت پر جیسی کہ نصوص کثیرہ واحادیثِ شہیرہ شاہد ہیں ایسے ہی ان کے خوارق وکرامات بھی گواہ ہیں۔ اپنے اس فضل کا عملی اظہار بھی اِتمامِ حجت کے سلسلہ کی ایک کڑی تھی کہ اگر تم آنکھ رکھتے ہو تو دیکھ لو کہ جو ایسا مُستجاب الدعوات ہے اس کے مقابلہ میں آنا خدا عزوجل سے جنگ کرنا ہے اس کا انجام سوچ لو اور باز رہو مگر شرارت کے مجسمے اس سے بھی سبق نہ لے سکے اور دنیائے ناپائیدار کی حرص کا بھوت جو اُن کے سروں پر سوار تھا اس نے انھیں اندھا بنا دیا اور نیزے باز لشکرِ اعداء سے نکل کر رجز

1 ......روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۱۸۶۔۱۸۸

2 ......روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۱۸۸

خوانی کرتے ہوئے میدان میں آ کودے اور تکبر و تبختر کے ساتھ اتراتے ہوئے گھوڑے دوڑا کر اور ہتھیار چمکا کر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مبارز کے طالب ہوئے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام کے خاندان کے نونہال شوق جانبازی میں سرشار تھے۔ انہوں نے میدان میں جانا چاہا لیکن قریب کے گاؤں والے جہاں اس ہنگامے کی خبر پہونچی تھی وہاں کے مسلمان بے تاب ہو کر حاضر خدمت ہو گئے تھے انہوں نے اصرار کئے حضرت کے در پے ہو گئے اور کسی طرح راضی نہ ہوئے کہ جب تک ان میں سے ایک بھی زندہ ہے خاندانِ اہلِ بیت کا کوئی بچہ بھی میدان میں جائے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان اخلاص کیشوں کی سرفروشانہ التجائیں منظور فرمانا پڑیں اور انہوں نے میدان میں پہونچ کر دشمنانِ اہلِ بیت سے شجاعت و بسالت کے ساتھ مقابلے کئے اور اپنی بہادری کے سکے جما دیئے اور ایک ایک نے اعداء کی کثیر تعداد کو ہلاک کر کے راہِ جنت اختیار کرنا شروع کی۔ اس طرح بہت سے جانباز فرزندان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جانیں نثار کر گئے۔ ان صاحبوں کے اسماء اور ان کی جانبازیوں کے تفصیلی تذکرے سیر کی کتابوں میں مسطور ہیں۔ یہاں اختصاراً اس تفصیل کو چھوڑ دیا گیا ہے، وہب ابن عبداللہ کلبی کا ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

یہ قبیلہ بنی کلب کے زیبا و نیک خو، گلرخ حسین جوان تھے، اٹھتی جوانی اور عُنفوانِ شباب، امنگوں کا وقت اور بہاروں کے دن تھے۔ صرف سترہ روز شادی کو ہوئے تھے اور ابھی بساطِ عشرت و نشاط گرم ہی تھی کہ آپ کے پاس آپ کی والدہ پہونچیں جو ایک بیوہ عورت تھیں اور جن کی ساری کمائی اور گھر کا چراغ یہی ایک نوجوان بیٹا تھا۔ اس مُشفِق ماں نے پیارے بیٹے کے گلے میں باہیں ڈال کر رونا شروع کر دیا۔ بیٹا حیرت میں آ کر

ماں سے دریافت کرتا ہے کہ مادر محترمہ رنج و ملال کا سبب کیا ہے؟ میں نے اپنی عمر میں کبھی آپ کی نافرمانی نہ کی نہ آئندہ کرسکتا ہوں۔آپ کی اطاعت وفرمانبرداری فرض ہے اور میں تابہ زندگی مطیع وفرمانبردار رہوں گا۔آپ کے دل کو کیا صدمہ پہونچا اور آپ کو کس غم نے رلایا؟ میری پیاری ماں! میں آپ کے حکم پر جان فدا کرنے کو تیار ہوں آپ غمگین نہ ہوں۔اکلوتے سعادت مند بیٹے کی یہ سعادت مندانہ گفتگوسن کر ماں اور چیخ مار کر رونے لگی اور کہنے لگی،اے فرزندِ دلبند! میری آنکھ کا نور دل کا سرور تو ہی ہے اور اے میرے گھر کے چراغ اور میرے باغ کے پھول! میں نے اپنی جان گھلا گھلا کر تیری جوانی کی بہار پائی ہے،تو ہی میرے دل کا قرار ہے تو ہی میری جان کا چین ہے،ایک دم تیری جدائی اور ایک لمحہ تیرا افتراق مجھے برداشت نہیں ہوسکتا ؎

چوں در خواب باشم توئی در خیالم
چوں بیدار گردم توئی در ضمیرم

اے جان مادر! میں نے تجھے اپنا خونِ جگر پلایا ہے۔آج مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا جگر گوشہ،خاتون جنت کا نونہال دشت کربلا میں مبتلائے مصیبت و جفا ہے، پیارے بیٹے! کیا تجھ سے ہوسکتا ہے کہ تو اپنا خون اس پر نثار کرے اور اپنی جان اس کے قدموں پر قربان کر ڈالے۔اس بے غیرت زندگی پر ہزار تف ہے کہ ہم زندہ رہیں اور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا لاڈلا ظلم و جفا کے ساتھ شہید کیا جائے اگر تجھے میری محبتیں کچھ یاد ہوں اور تیری پرورش میں جو محنتیں میں نے اٹھائی ہیں ان کو تو بھولا نہ ہو تو اے میرے چمن کے پھول! تو حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے سر پر صدقہ ہوجا۔وہب نے کہا:اے مادر مہربان! خوبی نصیب،یہ جان،شہزادۂ کونین پر فدا ہوجائے اور یہ ناچیز ہدیہ وہ آقا

قبول کرلیں۔ میں دل وجان سے آمادہ ہوں، ایک لمحہ کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ اس بی بی سے دو باتیں کرلوں جس نے اپنی زندگی کے عیش وراحت کا سہرا میرے سر باندھا ہے اور جس کے ارمان میرے سوا کسی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، اس کی حسرتوں کے تڑپنے کا خیال ہے، وہ اگر صبر نہ کرسکی تو میں اس کو اجازت دے دوں کہ وہ اپنی زندگی کو جس طرح چاہے گزارے۔ ماں نے کہا: بیٹا! عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ مبادا تو اس کی باتوں میں آجائے اور یہ سعادت سرمدی تیرے ہاتھوں سے جاتی رہے۔ وہب نے کہا: پیاری ماں، امام حسین علیٰ جدہ وعلیہ الصلوۃ والسلام کی محبت کی گرہ دل میں ایسی مضبوط لگی ہے کہ اس کو کوئی کھول نہیں سکتا اور ان کی جان نثاری کا نقش دل پر اس طرح جاگزیں ہوا ہے جو دنیا کے کسی بھی پانی سے نہیں دھویا جاسکتا ہے۔ یہ کہہ کر بی بی کی طرف آیا اور اسے خبر دی کہ فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدانِ کربلا میں بے یار و مددگار ہیں اور غداروں نے ان پر نرغہ کیا ہے۔ میری تمنا ہے کہ ان پر جان نثار کروں۔ یہ سن کر نئی دلھن نے امید بھرے دل سے ایک آہ کھینچی اور کہنے لگی، اے میرے آرام جاں! افسوس یہ ہے کہ اس جنگ میں میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتی، شریعتِ اسلامیہ نے عورتوں کو حرب کے لئے میدان میں آنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ افسوس! اس سعادت میں میرا حصہ نہیں کہ تیرے ساتھ میں بھی اس جان جہاں پر جان قربان کروں ابھی میں نے دل بھر کے تیرا چہرہ بھی نہیں دیکھا ہے اور تو نے جنتی چمنستان کا ارادہ کر دیا وہاں حوریں تیری خدمت کی آرزومند ہوں گی۔ مجھ سے عہد کر کہ جب سردارانِ اہلِ بیت کے ساتھ جنت میں تیرے لئے بے شمار نعمتیں حاضر کی جائیں گی اور بہشتی حوریں تیری خدمت کے لئے حاضر ہوں اس وقت تو مجھے نہ بھول جائے۔

یہ نوجوان اپنی اس نیک بی بی اور برگزیدہ ماں کو لے کر فرزندِ رسول.... صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دلہن نے عرض کیا: یاابن رسول! شہداء گھوڑے سے زمین پر گرتے ہی حوروں کی گود میں پہونچتے ہیں اور بہشتی حسین کمالِ اطاعت شعاری کے ساتھ ان کی خدمت کرتے ہیں، میرا یہ نوجوان شوہر حضور پر جاں نثاری کی تمنا رکھتا ہے اور میں نہایت بے کس ہوں، نہ میری ماں ہے نہ باپ ہے نہ کوئی بھائی ہے نہ ایسے قرابتی رشتہ دار ہیں جو میری کچھ خبر گیری کرسکیں۔ التجا یہ ہے کہ عرصہ گاہِ محشر میں میرے اس شوہر سے جدائی نہ ہو اور دنیا میں مجھ غریب کو آپ کے اہلِ بیت اپنی کنیزوں میں رکھیں اور میری عمر کا آخری حصہ آپ کی پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے یہ تمام عہد ہوگئے اور وہب نے عرض کر دیا کہ اے امام! رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سے مجھے جنت ملی تو میں عرض کروں گا کہ یہ بی بی میرے ساتھ رہے اور میں نے اس سے عہد کیا ہے۔ وہب اجازت چاہ کر میدان میں چل دیا۔ لشکرِ اعداء نے دیکھا کہ گھوڑے پر ایک ماہرو، سوار ہے اور اجل ناگہانی کی طرح دشمن پر تاخت لاتا ہے، ہاتھ میں نیزہ ہے، دوش پر سپَر ہے اور دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ یہ رجز پڑھتا آرہا ہے:

اَمِیْرٌ حُسَیْنٌ وَ نِعْمَ الْاَمِیْرُ

لَہٗ لَمْعَۃٌ کَالسِّرَاجِ الْمُنِیْرِ

ایں چہ ذوقست کہ جاں می بازو وہب کلبی بسگِ کوئے حسین

دست او تیغ زند تا کہ کند روئے اشرار چو گیسوئے حسین

برق خاطف کی طرح میدان میں پہونچا۔ کوہ پیکر گھوڑے پر سپہ گری کے

فنون دکھائے۔ صف اعداء سے مبارز طلب کیا جو سامنے آیا تلوار سے اس کا سر اڑایا، گرد و پیش خود سروں کے سروں کا انبار لگا دیا اور نا کسوں کے تن خون و خاک میں تڑپتے نظر آنے لگے، یکبارگی گھوڑے کی باگ موڑ دی اور ماں کے پاس آکر عرض کیا کہ اے مادر مشفقہ! تو مجھ سے راضی ہوئی اور بیوی کی طرف جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا جو بیقرار رو رہی تھی اور اس کو صبر دلایا اس کی زبانِ حال کہتی تھی:

جان زغم فرسودہ دارم چوں نہ نالم آہ آہ

دل بدرد آلودہ دارم چوں نہ گریم زار زار

اتنے میں اعداء کی طرف سے آواز آئی کہ کیا کوئی مبارز ہے۔ وہب گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف روانہ ہوا۔ نئی دلہن ٹکٹکی باندھے اس کو دیکھ رہی ہے اور آنکھوں سے آنسو کے دریا بہا رہی ہے۔

از پیش من آں یار چو تعجیل کناں رفت

دل نعرہ برآورد کہ جاں رفت رواں رفت

وہب شیر ژیاں کی طرح تیغ آبدار و نیزۂ جاں شکار لے کر معرکۂ کارزار میں صاعقہ وار آپہنچا۔ اس وقت میدان میں اعداء کی طرف سے ایک مشہور بہادر اور نامدار سوار حکم بن طفیل غرورِ نبرد آزمائی میں سرشار تھا۔ وہب نے ایک ہی حملے میں اس کو نیزہ پر اٹھا کر اس طرح زمین پر دے مارا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور دونوں لشکروں میں شور مچ گیا اور مبارزوں میں ہمت مقابلہ نہ رہی وہب گھوڑا دوڑاتا قلب دشمن پر پہنچا، جو مبارز سامنے آتا اس کو نیزہ کی نوک پر اٹھا کر خاک پر پٹک دیتا یہاں تک کہ نیزہ پارہ پارہ ہو گیا، تلوار میان سے نکالی اور تیغ زنوں کی گردنیں اڑا کر خاک میں ملا دیں۔ جب

اعداءاس جنگ سے تنگ آ گئے تو عمر بن سعد نے حکم دیا کہ لوگ اس کے گرد ہجوم کر کے حملہ کر دیں اور ہر طرف سے یکبار گی ہاتھ چھوڑیں ایسا ہی کیا اور جب وہ نوجوان زخموں سے چور ہو کر زمین پر آیا تو سیاہ دِلانِ بد باطن نے اس کا سر کاٹ کر لشکر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ڈال دیا۔ اس کی ماں بیٹے کے سر کو اپنے منہ سے ملتی تھی اور کہتی تھی اے بیٹا! بہادر بیٹا! اب تیری ماں تجھ سے راضی ہوئی۔ پھر وہ سر اس دلہن کی گود میں لا کر رکھ دیا، دلہن نے اپنے پیارے شوہر کے سر کو بوسہ دیا۔ اسی وقت پروانہ کی طرح اس شمع جمال پر قربان ہو گئی اور اس کا طائرِ روح اپنے نوشاہ کے ساتھ ہم آغوش ہو گیا۔ (1) ؎

سرخروئی اسے کہتے ہیں کہ راہِ حق میں
سر کے دینے میں ذرا تو نے تامل نہ کیا

اَسۡکَنَکُمَا اللّٰہُ فَرَادِیۡسَ الۡجِنَانِ وَاَغۡرَقَکُمَا فِیۡ بِحَارِ الرَّحۡمَةِ وَالرِّضۡوَانِ

(روضۃ الاحباب)

ان کے بعد اور سعادت مند جاں نثار، دادِ جان نثاری دیتے اور جانیں فدا کرتے رہے۔ جن جن خوش نصیبوں کی قسمت میں تھا انہوں نے خاندانِ اہلِ بیت پر اپنی جانیں فدا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس زمرہ میں حُر بن یزید ریاحی قابل ذکر ہے۔ جنگ کے وقت حُر کا دل بہت مضطرب تھا اور اس کی سیماب وار بیقراری اس کو ایک جگہ نہ ٹھہرنے دیتی تھی، کبھی وہ عمر بن سعد سے جا کر کہتے تھے کہ تم امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنگ کرو گے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دو گے؟ عمر بن سعد کو اس کا جواب نہ بن آتا تھا۔ وہاں سے ہٹ کر پھر میدان میں آتے ہیں، بدن کانپ رہا ہے،

(1)......روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص ۲۳۱-۲۳۹

چہرہ زرد ہے، پریشانی کے آثار نمایاں ہیں، دل دھڑک رہا ہے، ان کے بھائی مصعب بن یزید نے ان کا یہ حال دیکھ کر پوچھا کہ اے برادر! آپ مشہور جنگ آزما اور دلاور وشجاع ہیں، آپ کے لیے یہ پہلا ہی معرکہ نہیں بارہا جنگ کے خونیں مناظر آپ کی نظر کے سامنے گزرے ہیں اور بہت سے دیو پیکر آپ کی خون آشام تلوار سے پیوند خاک ہوئے ہیں۔ آپ کا یہ کیا حال ہے اور آپ پر اس قدر خوف و ہراس کیوں غالب ہے؟

حُر نے کہا کہ اے برادر! یہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرزند سے جنگ ہے، اپنی عاقبت سے لڑائی ہے، میں بہشت ودوزخ کے درمیان کھڑا ہوں، دنیا پوری قوت کے ساتھ مجھ کو جہنم کی طرف کھینچ رہی ہے اور میرا دل اس کی ہیبت سے کانپ رہا ہے۔ اسی اثناء میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز آئی فرماتے ہیں: ''کوئی ہے جو آج آلِ رسول پر جان نثار کرے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں سرخروئی پائے۔''

یہ صدا تھی جس نے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ دیں، دلِ بے تاب کو قرار بخشا اور اطمینان ہوا کہ شاہزادۂ کونین حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری پہلی جرأت سے چشم پوشی فرمائیں تو عجب نہیں، کریم نے کرم سے بشارت دی ہے، جان فدا کرنے کے ارادہ سے چل پڑو۔ گھوڑا دوڑایا اور امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑے سے اتر کر نیازمندوں کے طریقہ پر رِکاب تھامی اور عرض کیا کہ اے ابن رسول! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرزند بتول! میں وہی حر ہوں جو پہلے آپ کے مقابل آیا اور جس نے آپ کو اس میدان بیابان میں روکا۔ اپنی اس جسارت ومبادرت پر نادم ہوں، شرمندگی اور خَجالَت نظر نہیں اٹھانے دیتی، آپ کی کریمانہ صدا سن کر امیدوں نے ہمت بندھائی تو حاضر خدمت ہوا ہوں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کرم سے کیا بعید کہ عفوِ جرم فرمائیں اور

غلامانِ با اخلاص میں شامل کریں اور اپنے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جان قربان کرنے کی اجازت دیں۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حُر کے سر پر دست مبارک رکھا اور فرمایا: ''اے حر! بارگاہ الٰہی میں اخلاص مندوں کے استغفار مقبول ہیں اور توبہ مستجاب، عذر خواہ محروم نہیں جاتے وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (1) شاد باش کہ میں نے تیری تقصیر معاف کی اور اس سعادت کے حصول کی اجازت دی۔''

حُر اجازت پا کر میدان کی طرف روانہ ہوا، گھوڑا چمکا کر صفِ اعداء پر پہنچا، حُر کے بھائی مصعب بن یزید نے دیکھا کہ حر نے دولت سعادت پائی اور نعمت آخرت سے بہرہ مند ہوا اور حرصِ دنیا کے غبار سے اس کا دامن پاک ہوا، اس کے دل میں بھی ولولہ اٹھا اور باگ اٹھا کر گھوڑا دوڑاتا ہوا چلا۔ عمر بن سعد کے لشکر کو گمان ہوا کہ بھائی کے مقابلہ کے لئے جاتا ہے۔ جب میدان میں پہنچا، بھائی سے کہنے لگا: بھائی! تو میرے لئے خِضرِ راہ ہوگیا اور مجھے تو نے سخت ترین مَہْلَکَہ سے نجات دلائی، میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور رَفاقَتِ حضرتِ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اعدائے بدکیش کو اس واقعہ سے نہایت حیرانی ہوئی۔ یہ واقعہ دیکھ کر عمر بن سعد کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ گھبرا اٹھا اور اس نے ایک شخص کو منتخب کر کے اس کے لئے بھیجا اور کہا کہ رِفق و مدارات کے ساتھ سمجھا بہکا کر حُر کو اپنے موافق کرنے کی کوشش کرے اور اپنی چالبازی اور فریب کاری انتہا کو پہنچا دے۔ پھر بھی ناکامی ہو تو اس کا سر کاٹ کر لے آئے۔ وہ شخص چلا اور حُر سے آ کر کہنے لگا، اے حر! تیری عقل و دانائی پر ہم فخر کیا کرتے تھے مگر آج

---

1 ......ترجمۂ کنز الایمان: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (پ ۲۵، الشوریٰ: ۲۵)

تو نے کمال نادانی کی کہ اس لشکرِ جرّار سے نکل کر یزید کے انعام و اکرام پر ٹھوکر مار کر چند بیکس مسافروں کا ساتھ دیا جن کے ساتھ نانِ خشک کا ایک ٹکڑا اور پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے، تیری اس نادانی پر افسوس آتا ہے۔ حر نے کہا: ''اے بے عقل ناصح تجھے اپنی نادانی پر رنج کرنا چاہیے کہ تو نے طاہر کو چھوڑ کر نجس کو قبول کیا اور دولت باقی کے مقابلہ میں دنیائے فانی کے مَوہُوم آرام کو ترجیح دی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا پھول فرمایا ہے۔ میں اس گلستانِ رسالت پر جان قربان کرنے کی تمنا رکھتا ہوں، رضائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کونین میں کونسی دولت ہے۔'' کہنے لگا: ''اے حر! یہ تو میں بھی خوب جانتا ہوں لیکن ہم لوگ سپاہی ہیں اور آج دولت و مال یزید کے پاس ہے۔'' حر نے کہا: ''اے کم ہمت! اس حوصلہ پر لعنت۔''

اب تو ناصح بد باطن کو یقین ہو گیا کہ اس کی چرب زبانی حُر پر اثر نہیں کر سکتی، اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی محبت اس کے قلب میں اتر گئی ہے اور اس کا سینہ آلِ رسول علیہ السلام کی وِلا سے مملو ہے، کوئی مکر و فریب اس پر نہ چلے گا۔ باتیں کرتے کرتے ایک تیر حُر کے سینہ پر کھینچ مارا، حُر نے زخم کھا کر ایک نیزہ کا وار کیا جو سینہ سے پار ہو گیا اور زِین سے اٹھا کر زمین پر پٹک دیا۔ اس شخص کے تین بھائی تھے، یکبارگی حر پر دوڑ پڑے، حر نے آگے بڑھ کر ایک کا سر تلوار سے اڑا دیا۔ دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زِین سے اٹھا کر اس طرح پھینکا کہ گردن ٹوٹ گئی۔ تیسرا بھاگ نکلا اور حر نے اس کا تعاقب کیا، قریب پہنچ کر اس کی پشت پر نیزہ مارا وہ سینہ سے نکل گیا، اب حر نے لشکرِ ابنِ سعد کے مَیمَنہ پر حملہ کیا اور خوب زور کی جنگ ہوئی، لشکر ابن سعد کو حر کے جنگی ہنر کا اعتراف کرنا پڑا اور وہ جانباز صادق دادِ شجاعت دے کر فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جان فدا کر گیا۔

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حر کو اٹھا کر لائے اور اس کے سر کو زانوئے مبارک پر رکھ کر اپنے پاک دامن سے اس کے چہرے کا غبار دور فرمانے لگے، ابھی رَمَقِ جان باقی تھی، ابنِ زَہرا کے پھول کے مہکتے دامن کی خوشبو حر کے دماغ میں پہنچی، مَشامِ جاں معطر ہوگیا، آنکھیں کھول دیں، دیکھا کہ ابن رسول اللہ کی گود میں ہے۔ اپنے بَخْت ومقدر پر ناز کرتا ہوا فردوس بریں کو روانہ ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حر کے ساتھ اس کے بھائی اور غلام نے بھی نوبت بہ نوبت دادِ شجاعت دے کر اپنی جانیں اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر قربان کیں۔ پچاس سے زیادہ آدمی شہید ہو چکے اب صرف خاندان اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم باقی ہے اور دشمنان بدباطن کی انھیں پر نظر ہے یہ حضرات پروانہ وار حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نثار ہیں۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس چھوٹے سے لشکر میں سے اس مصیبت کے وقت میں کسی نے بھی ہمت نہ ہاری، رُفقا اور مَوالی میں سے کسی کو بھی تو اپنی جان پیاری نہ معلوم ہوئی، ساتھیوں میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جو اپنی جان لے کر بھاگتا یا دشمنوں کی پناہ چاہتا۔ جان نثارانِ امام نے اپنے صدق وجانبازی میں پروانہ وبلبل کے افسانے ہیچ کر دیئے، ہر ایک کی تمنا تھی اور ہر ایک کا اصرار تھا کہ پہلے جاں نثاری کو ان کو موقع دیا جائے، عشق ومحبت کے متوالے شوق شہادت میں مست تھے، تنوں کا سر سے جدا ہونا اور راہِ خدا عزوجل میں شہادت پانا ان پر وجد کی کیفیت طاری کرتا تھا، ایک کو شہید ہوتا دیکھ کر دوسرے کے دلوں میں شہادتوں کی امنگیں جوش مارتی تھیں۔ (1)

اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نوجوانوں نے خاکِ کربلا کے صفحات پر اپنے خون

1 ......روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۲۰۵۔۲۱۶ ملخصاً و ملتقطاً

سے شجاعت وجوانمردی کے وہ بے مثال نُقوش ثَبت فرمائے جن کو تَبَدُّلِ اَزْمِنَہ کے ہاتھ مَحْو کرنے سے قاصر ہیں۔ اب تک نیاز مندوں اور عقیدت کیشوں کی معرکہ آرائیاں تھیں جنہوں نے عَلَم بردارانِ شجاعت کو خاک وخون میں لِٹا کر اپنی بہادری کے غُلغُلے دکھائے تھے اب اسد اللہ کے شیرانِ حق کا موقع آیا اور علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خاندان کے بہادروں کے گھوڑوں نے میدانِ کربلا کو جولانگاہ بنایا۔

ان حضرات کا میدان میں آنا تھا کہ بہادروں کے دل سینوں میں لرزنے لگے اور ان کے حملوں سے شیر دل بہادر چیخ اٹھے، اسد اللّٰہی تلواریں تھیں یا شِہابِ ثاقِب کی آتش باری، بنی ہاشم کی نبرد آزمائی اور جاں شکار حملوں نے کربلا کی تشنہ لب زمین کو دشمنوں کے خون سے سیراب کردیا اور خشک ریگستان سرخ نظر آنے لگا۔ نیزوں کی نوکوں پر صف شکن بہادروں کو اٹھانا اور خاک میں ملانا ہاشمی نوجوانوں کا معمولی کرتب تھا، ہر ساعت نیا مبارز آتا تھا اور ہاتھ اٹھاتے ہی فنا ہوجاتا تھا، ان کی تیغ بے نیام اجل کا پیام تھی اور نوکِ سناں قضا کا فرمان، تلواروں کی چمک نے نگاہیں خِیرہ کردیں اور حرب وضرب کے جوہر دیکھ کر کوہ پیکر ترساں وہراساں ہوگئے۔ کبھی مَیمَنَہ پر حملہ کیا تو صفیں درہم برہم کرڈالیں معلوم ہوتا تھا کہ سوار مقتولوں کے سمندر میں تیر رہا ہے کبھی مَیسَرہ کی طرف رخ کیا تو معلوم ہوا کہ مردوں کی جماعت کھڑی تھی جو اشارہ کرتے ہی لوٹ گئی۔ صاعقہ کی طرح چمکنے والی تیغ خون میں ڈوب ڈوب کر نکلتی تھی اور خون کے قطرات اس سے ٹپکتے رہتے تھے۔ اس طرح خاندانِ امام کے نوجوان اپنے اپنے جوہر دکھا دکھا کر امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ پر جان قربان کرتے چلے جارہے تھے۔ خیمہ سے چلتے تھے تو **بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ** (1)

---

1 ...... ترجمۂ کنزالایمان: بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ (پ ٤، اٰل عمرٰن: ١٦٩)

کے چمنستان کی دلکش فضاء ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی، میدانِ کربلا کی راہ سے اس منزل تک پہنچنا چاہتے تھے۔

فرزندانِ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاربہ نے دشمن کے ہوش اڑا دیئے، ابنِ سعد نے اعتراف کیا کہ اگر فریب کاریوں سے کام نہ لیا جاتا یا ان حضرات پر پانی بند نہ کیا جاتا تو اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایک ایک نوجوان تمام لشکر کو برباد کرڈالتا، جب وہ مقابلہ کیلئے اُٹھتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ قہرالٰہی عزوجل آرہا ہے، ان کا ایک ایک ہُنَرْ وَرْ صف شکنی ومبارزفگنی میں فرد تھا۔ الحاصل اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نونہالوں اور ناز کے پالوں نے میدان کربلا میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی جانیں فدا کیں اور تیر وسناں کی بارش میں حمایتِ حق سے منہ نہ موڑا، گردنیں کٹوائیں، خون بہائے، جانیں دیں مگر کلمۂ ناحق زبان پر نہ آنے دیا، نوبت بہ نوبت تمام شہزادے شہید ہوتے چلے گئے۔ اب حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کے نورِنظر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہیں، میدان کی اجازت چاہتے ہیں، مِنَّت وسَماجَت ہورہی ہے، عجیب وقت ہے، چہیتا بیٹا شفیق باپ سے گردن کٹوانے کی اجازت چاہتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے جس کی کوئی ہٹ، کوئی ضد ایسی نہ تھی جو پوری نہ کی جاتی، جس نازنین کو کبھی پدرِ مہربان نے انکاری جواب نہ دیا تھا آج اس کی یہ تمنا یہ التجا دل وجگر پر کیا اثر کرتی ہوگی۔ اجازت دیں تو کس بات کی! گردن کٹانے اور خون بہانے کی! نہ دیں تو چمنستانِ رسالت کا وہ گلِ شاداب کمہلایا جاتا ہے مگر اس آرزومندِ شہادت کا اصرار اس حد پر تھا اور شوقِ شہادت نے ایسا وارفتہ بنادیا تھا کہ چارونا چار حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دینا ہی پڑی۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نوجوان جمیل کو خود گھوڑے پر سوار کیا، اسلحہ اپنے دست

مبارک سے لگائے، فولادی مِغْفَر سر پر رکھا، کمر پر پٹکا باندھا، تلوار حمائل کی، نیزہ اس ناز پروردۂ سیادت کے مبارک ہاتھ میں دیا اس وقت اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیبیوں بچوں پر کیا گزر رہی تھی جن کا تمام کنبہ وقبیلہ برادر وفرزند سب شہید ہو چکے تھے اور ایک جگمگاتا ہوا چراغ بھی آخری سلام کر رہا تھا۔

ان تمام مصائب کو اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رضائے حق کے لئے بڑے اِسْتِقْلال کے ساتھ برداشت کیا اور یہ انھیں کا حوصلہ تھا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیمہ سے رخصت ہو کر میدان کارزار کی طرف تشریف فرما ہوئے، جنگ کے مطلع میں ایک آفتاب چمکا، مشکین کاکُل کی خوشبو سے میدان مہک گیا، چہرہ کی تجلی نے معرکۂ کارزار کو عالَمِ انوار بنا دیا۔[1]

نور نگاہ فاطمۂ آسماں جناب　　صبرِ دلِ خدیجۂ پاک ارم قباب
لخت دل امام حسین ابنِ ابو تراب　　شیرِ خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب
صورت تھی انتخاب تو قامت تھالا جواب　　گیسو تھے مشک ناب تو چہرہ تھا آفتاب
چہرہ سے شاہزادہ کا اٹھا جبھی نقاب　　مہر سپہر ہو گیا خجلت سے آب آب
کاکل کی شام رخ کی سحر موسم شباب　　سنبل نثار شام فدائے سحر گلاب
شہزادۂ جلیل علی اکبرِ جمیل　　بستان حسن میں گل خوش منظر شباب
پالا تھا اہل بیت نے آغوش ناز میں!　　شرمندہ اس کی نازکی سے شیشۂ حباب
صحرائے کوفہ عالَمِ انوار بن گیا!　　چمکا جو رن میں فاطمہ زہرا کا ماہتاب
خورشید جلوہ گر ہوا پُشْتِ سَمَنْد پر　　یا ہاشمی جوان کے رُخ سے اٹھا نقاب

1 ......روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۳۳۴-۲۱۶ ملخصاً و ملتقطاً

صولت نے مرحبا کہا شوکت تھی رجز خواں
جرأت نے باگ تھامی شجاعت نے کی رکاب

چہرہ کو اس کے دیکھ کے آنکھیں جھپک گئیں
دل کانپ اٹھے ہوگیا اعداء کو اضطراب

سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے
غیظ وغضب کے شعلوں سے دل ہوگئے کباب

نیزہ جگر شگاف تھا اس گل کے ہاتھ میں
یا اژدہا تھا موت کا یا اسوء العقاب

چمکا کے تیغ مردوں کو نامرد کردیا
اس سے نظر ملاتا یہ تھی کس کے دل میں تاب

کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں
ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب

میدان کار لرزہ براندام ہوگئے
شیر افگنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب

کہنہ پیکروں کو تیغ سے دو پارہ کردیا
کی ضرب خَود پر تو اڑا ڈالا تا رکاب

تلوار تھی کہ صاعقۂ برق بار تھا
یا ازبرائے رجم شیاطین تھا شہاب

چہرہ میں آفتاب نبوت کا نور تھا
آنکھوں میں شان صولت سرکار بوتراب

پیاسا رکھا جنھوں نے انہیں سیر کردیا
اس جود پر ہے آج تری تیغ زہر آب

میداں میں اس کے حسن عمل دیکھ کر نعیم
حیرت سے بدحواس تھے جتنے تھے شیخ وشاب

میدان کربلا میں فاطمی نوجوان پُشتِ سَمَنْد پر جلوہ آرا تھا، چہرہ کی تابش ماہِ تاباں کو شرمارہی تھی، سرو قامت نے اپنے جمال سے ریگستان کو بستانِ حسن بنادیا، جوانی کی بہاریں قدموں پر نثار ہورہی تھیں، سنبل کاکُل سے خجل، برگِ گل اس کی نزاکت سے مُنْفَعِل، حسن کی تصویر، مصطفیٰ کی تنویر حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کے جمال اقدس کا خطبہ پڑھ رہی تھی، یہ چہرۂ تاباں اس روئے درخشاں کی یاد دلا رہا تھا۔ ان سنگدلوں پر حیرت جو اس گلِ شاداب کے مقابلہ کا ارادہ رکھتے تھے، ان بے دینوں پر بے شمار نفرت جو حبیب

خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نونہال کو گزند پہنچانا چاہتے تھے۔ یہ اسد اللّٰہی شیر میدان میں آیا، صفِ اعداء کی طرف نظر کی، ذو الفقارِ حیدری کو چمکایا اور اپنی مبارک زبان سے رَجز شروع کی:

اَنَا عَلِیُّ ابْنُ الْحُسَیْنِ ابْنِ عَلِیٍّ نَحْنُ اَھْلُ الْبَیْتِ اَوْلٰی بِالنَّبِیِّ

جس وقت شاہزادۂ عالی قدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ رَجز پڑھی ہوگی کربلا کا چپہ چپہ اور ریگستانِ کوفہ کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہوگا۔ ان مدعیانِ ایمان کے دل پتھر سے بدر جہا بدتر تھے جنہوں نے اس نوبادۂ چمنستانِ رسالت کی زبانِ شیریں سے یہ کلمے سنے پھر بھی ان کی آتشِ عِناد سَرد نہ ہوئی اور کمینہ سینہ سے کینہ دور نہ ہوا۔ لشکریوں نے عمر بن سعد سے پوچھا: یہ سوار کون ہے جس کی تجلی نگاہوں کو خِیرہ کر رہی ہے اور جس کی ہیبت و صَولَت سے بہادروں کے دل ہراساں ہیں، شانِ شجاعت اس کی ایک ایک ادا سے ظاہر؟ کہنے لگا: یہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں، صورت و سیرت میں اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ سن کر لشکریوں کو کچھ پریشانی ہوئی اور ان کے دلوں نے ان پر ملامت کی کہ اس آقا زادے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل آنا اور ایسے جلیل القدر مہمان کے ساتھ یہ سلوک بے مروتی کرنا نہایت سفلہ پن اور بد باطنی ہے، لیکن ابن زیاد کے وعدے اور یزید کے انعام واکرام وطمعِ دولت و مال کی حرص نے اس طرح گرفتار کیا تھا کہ وہ اہل بیت اطہار کی قدر وشان اور اپنے افعال وکردار کی شامت ونحوست جاننے کے باوجود اپنے ضمیر کی ملامت کی پرواہ نہ کرکے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باغی بنے اور آل رسول کے خون سے کنارہ کرنے اور اپنے دارین کی روسیاہی سے بچنے کی انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی شاہزادۂ عالی وقار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

مبارز طلب فرمایا صف اعداء میں کسی کو جنبش نہ ہوئی، کسی بہادر کا قدم نہ بڑھا، معلوم ہوتا تھا کہ شیر کے مقابل بکریوں کا ایک گلہ ہے جو دم بخود اور ساکت ہے۔

حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پھر نعرہ مارا اور فرمایا کہ اے ظالمانِ جفا کیش! اگر بنی فاطمہ کے خون کی پیاس ہے تو تم میں سے جو بہادر ہو اسے میدان میں بھیجو، زورِ بازوئے علی رضی اللہ تعالٰی عنہ دیکھنا ہو تو میرے مقابل آؤ۔ مگر کس کو ہمت تھی کہ آگے بڑھتا، کس کے دل میں تاب وتواں تھی کہ شیر ژیاں کے سامنے آتا۔ جب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دشمنانِ خونخوار میں سے کوئی ایک آگے نہیں بڑھتا اور ان کو برابر کی ہمت نہیں ہے کہ ایک کو ایک کے مقابل کریں تو آپ نے سَمَند بادپا کی باگ اٹھائی اور توسنِ صبا رفتار کے مُہمیز لگائی اور صاعقہ وار دشمن کے لشکر پر حملہ کیا، جس طرف زد کی پرّے کے پرّے ہٹا دیئے، ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکر گرا دیئے، ابھی مَیمَنہ پر چمکے تو اس کو منتشر کیا، ابھی مَیسَرہ کی طرف پلٹے تو صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ کبھی قلب لشکر میں غوطہ لگایا تو گردن کشوں کے سر موسمِ خزاں کے پتوں کی طرح تن کے درختوں سے جدا ہو کر گرنے لگے، ہر طرف شور برپا ہو گیا، دلاوروں کے دل چھوٹ گئے، بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں، کبھی نیزے کی ضرب تھی، کبھی تلوار کا وار تھا، شہزادۂ اہلِ بیت کا حملہ نہ تھا عذابِ الٰہی کی بلائے عظیم تھی۔

دھوپ میں جنگ کرتے کرتے چمنستانِ اہلِ بیت کے گلِ شاداب کو تشنگی کا غلبہ ہوا، باگ موڑ کر والدِ ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا: یَا اَبَتَاہُ! اَلْعَطَشُ اے پدرِ بزرگوار! پیاس کا بہت غلبہ ہے۔ غلبہ کی کیا انتہا تین دن سے پانی بند ہے، تیز دھوپ اور اس میں جانبازانہ دوڑ دھوپ، گرم ریگستان، لوہے کے ہتھیار جو بدن پر لگے

ہوئے ہیں وہ تمازتِ آفتاب سے آگ ہو رہے ہیں۔ اگر اس وقت حلق تر کرنے کے لئے چند قطرے مل جائیں تو فاطمی شیر گُربہ خصلتوں کو پیوندِ خاک کر ڈالے۔ شفیق باپ نے جانباز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا جو اس تشنۂ شہادت کو دیا جاتا، دستِ شفقت سے چہرۂ گلگوں کا گرد و غبار صاف کیا اور اپنی انگشتری فرزندِ ارجمند کے دَہان اقدس میں رکھدی۔ پدرِ مہربان کی شفقت سے فی الجملہ تسکین ہوئی پھر شہزادہ نے میدان کا رخ کیا پھر صدا دی: ''هَلْ مِنْ مُّبَارِزْ'' کوئی جان پر کھیلنے والا ہو تو سامنے آئے۔

عمر بن سعد نے طارق سے کہا: بڑے شرم کی بات ہے کہ اہل بیت کا اکیلا نوجوان میدان میں ہے اور تم ہزاروں کی تعداد میں ہو، اس نے پہلی مرتبہ مبارز طلب کیا تو تمہاری جماعت میں کسی کو ہمت نہ ہوئی پھر وہ آگے بڑھا تو صفیں کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں اور بہادروں کا کھیت کر دیا، بھوکا ہے، پیاسا ہے، دھوپ میں لڑتے لڑتے تھک گیا ہے، خستہ اور ماندہ ہو چکا ہے پھر مبارز طلب کرتا ہے اور تمہاری تازہ دم جماعت میں سے کسی کو یارائے مقابلہ نہیں۔ تف ہے تمہارے دعوائے شجاعت و بسالت پر، ہو کچھ غیرت تو میدان میں پہنچ کر مقابلہ کر کے فتح حاصل کر تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تو نے یہ کام انجام دیا تو عبد اللہ ابن زیاد سے تجھ کو موصل کی حکومت دلا دوں گا۔ طارق نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر میں فرزندِ رسول اور اولادِ بتول سے مقابلہ کر کے اپنی عاقبت بھی خراب کروں پھر بھی تو اپنا وعدہ وفا نہ کرے تو نہ میں دنیا کا رہا نہ دین کا۔ ابن سعد نے قسم کھائی اور پختہ قول و قرار کیا۔ اس پر حریص طارق موصل کی حکومت کی لالچ میں گلِ بستانِ رسالت کے مقابلہ کے لئے چلا، سامنے پہنچتے ہی شہزادۂ والا تبار پر نیزہ کا وار کیا۔ شاہزادۂ عالیجاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا نیزہ رد فرما کر

سینہ پر ایک ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ سے نکل گیا اور وہ ایک دم گھوڑے سے گر گیا۔ شہزادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بکمالِ ہنرمندی گھوڑے کو ایڑھ دے کر اس کو روندھ ڈالا اور ہڈیاں چکنا چور کردیں۔ یہ دیکھ کر طارق کے بیٹے عمر بن طارق کو طیش آیا اور وہ جھلاتا ہوا گھوڑا دوڑا کر شہزادہ پر حملہ آور ہوا شاہزادہ نے ایک ہی نیزہ میں اس کا کام بھی تمام کیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی طلحہ بن طارق اپنے باپ اور بھائی کا بدلہ لینے کے لئے آتشیں شعلہ کی طرح شہزادہ پر دوڑ پڑا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر زین سے اٹھالیا اور زمین پر اس زور سے پٹکا کہ اس کا دم نکل گیا، شہزادہ کی ہیبت سے لشکر میں شور برپا ہوگیا۔ ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع ابن غالب کو شہزادہ کے مقابلہ کیلئے بھیجا، مصراع نے شہزادہ پر حملہ کیا، آپ نے تلوار سے نیزہ قلم کرکے اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ زین تک کٹ گئی دو ٹکڑے ہوکر گر گیا، اب کسی میں ہمت نہ رہی تھی کہ تنہا اس شیر کے مقابل آتا، ناچار ابن سعد نے محکم بن طفیل اور ابن نوفل کو ایک ایک ہزار سواروں کے ساتھ شاہزادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ پر یکبارگی حملہ کرنے کیلئے بھیجا۔ شاہزادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نیزہ اٹھا کر ان پر حملہ کیا اور انہیں دھکیل کر قلب لشکر تک بھگا دیا۔

اس حملہ میں شہزادہ کے ہاتھ سے کتنے بدنصیب ہلاک ہوئے، کتنے پیچھے ہٹے، آپ پر پیاس کی شدت بہت ہوئی، پھر گھوڑا دوڑا کر پدرِ عالی قدر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ بابا! پیاس کی بہت شدت ہے۔ اس مرتبہ حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: ''اے نورِ دیدہ! حوضِ کوثر سے سیرابی کا وقت قریب آگیا ہے، دستِ مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء سے وہ جام ملے گا جس کی لذت نہ تصور میں آسکتی

ہے نہ زبان بیان کرسکتی ہے۔‘‘ یہ سن کر حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوشی ہوئی اور وہ پھر میدان کی طرف لوٹ گئے اور لشکر دشمن کے یمین ویسار پر حملہ کرنے لگے، اس مرتبہ لشکرِ اشرار نے یکبارگی چاروں طرف سے گھیر کر حملے کرنا شروع کردیئے۔ آپ بھی حملہ فرماتے رہے اور دشمن ہلاک ہوہو کر خاک وخون میں لوٹتے رہے لیکن چاروں طرف سے نیزوں کے زخموں نے تن نازنین کو چکنا چور کردیا تھا اور چمنِ فاطمہ کا گلِ رنگیں اپنے خون میں نہا گیا تھا، پیہم تیغ وسنان کی ضربیں پڑ رہی تھیں اور فاطمی شہسوار پر تیر وتلوار کا مینہ برس رہا تھا، اس حالت میں آپ پشت زین سے روئے زمین پر آئے اور سرو قامت نے خاکِ کربلا پر استراحت کی۔ اس وقت آپ نے آواز دی: یَا اَبَتَاہُ! اَدْرِکْنِیْ اے پدرِ بزرگوار! مجھ کو لیجئے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑا بڑھا کر میدان میں پہنچے اور جانباز نونہال کو خیمہ میں لائے، اس کا سر گود میں لیا، حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنکھ کھولی اور اپنا سر والد کی گود میں دیکھ کر فرمایا: ’’جان ما نیازمندان قربان تو باد۔‘‘ اے پدر بزرگوار! میں دیکھ رہا ہوں آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں بہشتی حوریں شربت کے جام لئے انتظار کر رہی ہیں۔ یہ کہا اور جان، جان آفریں کے سپرد کی۔(1) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اہل بیت کا صبر وتحمل اللہ اکبر! امید کے گل نوشگفتہ کو کمھلایا ہوا دیکھا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا، ناز کے پالوں کو قربان کردیا اور شکر الٰہی عزوجل بجالائے، مصیبت واندوہ کی کچھ نہایت ہے، فاقہ پر فاقہ ہیں، پانی کا نام ونشان نہیں، بھوکے پیاسے فرزند تڑپ تڑپ کر جانیں دے چکے ہیں، جلتے ریت پر فاطمی نونہال ظلم وجفا سے ذبح کیے گئے، عزیز

---

1 ......روضة الشهداء (مترجم)، باب نهم، ج۲، ص۲۱٦_۳۳٤ ملخصاً و ملتقطاً

واقارب، دوست واحباب، خادم، موالی، دلبند، جگر پیوند سب آئین وفاادا کر کے دو پہر میں شربت شہادت نوش کر چکے ہیں۔ اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قافلہ میں سناٹا ہوگیا ہے۔ جن کا کلمہ کلمہ تسکینِ دل وراحتِ جان تھا وہ نور کی تصویریں خاک وخون میں خاموش پڑی ہوئی ہیں۔ آل رسول نے رضا وصبر کا وہ امتحان دیا جس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ بڑے سے لے کر بچے تک مبتلائے مصیبت تھے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے فرزند علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ابھی کمسن ہیں، شیر خوار ہیں، پیاس سے بیتاب ہیں، شدتِ تشنگی سے تڑپ رہے ہیں، ماں کا دودھ خشک ہوگیا ہے، پانی کا نام ونشان تک نہیں ہے، اس چھوٹے بچے کی خشک ننھی زبان باہر آتی ہے، بے چینی میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور پیچ کھا کھا کر رہ جاتے ہیں، کبھی ماں کی طرف دیکھتے ہیں اور ان کو سوکھی زبان دکھلاتے ہیں۔ نادان بچہ کیا جانتا ہے کہ ظالموں نے پانی بند کر دیا ہے۔ ماں کا دل اس بے چینی سے پاش پاش ہوا جاتا ہے کبھی بچہ باپ کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ جانتا تھا کہ ہر چیز یہ لا کر دیا کرتے تھے۔ میری اس بے کسی کے وقت بھی پانی بہم پہنچائیں گے، چھوٹے بچے کی بے تابی دیکھی نہ گئی۔ والدہ نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: اس ننھی سی جان کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی اس کو گود میں لے جایئے اور اس کا حال ظالمانِ سنگدل کو دکھایئے اس پر تو رحم آئے گا۔ اس کو تو چند قطرے دے دیں گے۔ یہ نہ جنگ کرنے کے لائق ہے نہ میدان کے لائق ہے۔ اس سے کیا عداوت ہے۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس چھوٹے نورِ نظر کو سینہ سے لگا کر سپاہِ دشمن کے سامنے پہنچے اور فرمایا کہ اپنا تمام کنبہ تو تمہاری بے رحمی اور جور وجفا کے نذر کر چکا اور

اب اگر آتش بغض وعناد جوش پر ہے تو اس کے لئے میں ہوں۔ یہ شیر خوار بچہ پیاس سے دم توڑ رہا ہے اس کی بے تابی دیکھو اور کچھ شائبہ بھی رحم کا ہو تو اس کا حلق تر کرنے کو ایک گھونٹ پانی دو۔

جفا کارانِ سنگدل پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور ان کو ذرا رحم نہ آیا۔ بجائے پانی کے ایک بد بخت نے تیر مارا جو علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلق چھیدتا ہوا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو میں بیٹھ گیا۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ تیر کھینچا، بچہ نے تڑپ کر جان دی، باپ کی گود سے ایک نور کا پتلا لپٹا ہوا ہے، خون میں نہا رہا ہے، اہل خیمہ کو گمان ہے کہ سیاہ دلانِ بے رحم اس بچہ کو ضرور پانی دے دیں گے اور اس کی تشنگی دلوں پر ضرور اثر کرے گی لیکن جب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شگوفۂ تمنا کو خیمہ میں لائے اور اس کی والدہ نے اول نظر میں دیکھا کہ بچہ میں بے تابانہ حرکتیں نہیں ہیں، سکون کا عالم ہے، نہ وہ اضطراب ہے نہ بے قراری، گمان ہوا کہ پانی دے دیا ہوگا۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا، فرمایا: وہ بھی ساقی کوثر کے جامِ رحمت وکرم سے سیراب ہونے کے لیے اپنے بھائیوں سے جا ملا، اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ چھوٹی قربانی بھی قبول فرمائی۔(1) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحْسَانِهٖ وَنَوَالِهٖ۔

رضا وتسلیم کی امتحان گاہ میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متوسلین نے وہ ثابت قدمی دکھائی کہ عالمِ ملائکہ بھی حیرت میں آ گیا ہوگا اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ o (2) کارازان پر منکشف ہو گیا ہوگا۔

---

(1)...... روضة الشهداء (مترجم)، باب نهم، ج ٢، ص ٣٣٨

(2)...... ترجمۂ کنز الایمان: مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔(پ ١، البقرة: ٣٠)

حضرتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت

اب وہ وقت آیا کہ جاں نثار ایک ایک کرکے رخصت ہوچکے اور حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ پر جانیں قربان کر گئے، اب تنہا حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں اور ایک فرزند حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ وہ بھی بیمار وضعیف۔ باوجود اس ضعف وناطاقتی کے خیمہ سے باہر آئے اور حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو تنہا دیکھ کر مصافِ کارزار جانے اور اپنی جان نثار کرنے کیلئے نیزہ دست مبارک میں لیا لیکن بیماری، سفر کی کوفت، بھوک پیاس، متواتر فاقوں اور پانی کی تکلیفوں سے ضعف اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے بدن مبارک لرزتا تھا باوجود اس کے ہمت مردانہ کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم کردیا۔

حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: جانِ پدر! لوٹ آؤ، میدان جانے کا قصد نہ کرو، میں کنبہ قبیلہ، عزیز واقارب، خدام، موالی جو ہمراہ تھے راہِ حق میں نثار کرچکا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ ان مصائب کو اپنے جد کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کیا اب اپنا ناچیز ہدیہ سَر راہِ خدا عزوجل میں نذر کرنے کیلئے حاضر ہے۔ تمہاری ذات کے ساتھ بہت امیدیں وابستہ ہیں، بے کسانِ اہلِ بیت علیہم الرضوان کو وطن تک کون پہنچائے گا، بیبیوں کی نگہداشت کون کرے گا، جدّ وپدر کی جو امانتیں میرے پاس ہیں کس کو سپرد کی جائیں گی، قرآن کریم کی محافظت اور حقائق عرفانیہ کی تبلیغ کا فرض کس کے سر پر رکھا جائے گا، میری نسل کس سے چلی گی، حسینی سیدوں علیہم الرضوان کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا، یہ سب توقعات تمہاری ذات سے وابستہ ہیں۔ دودمانِ رسالت ونبوت کے آخری چراغ تم ہی ہو، تمہاری ہی طلعت سے دنیا مُستَنِیر ہوگی۔ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے دلدادگانِ حسن تمہارے ہی روئے تاباں سے حبیب حق کے انوار و

تجلیات کی زیارت کریں گے۔اے نورِ نظر !لختِ جگر! یہ تمام کام تمہارے ذمہ کئے جاتے ہیں، میرے بعدتم ہی میرے جانشین ہوگے، تمھیں میدان جانے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میرے بھائی تو جاں نثاری کی سعادت پاچکے اور حضور کے سامنے ہی ساقی کوثر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آغوشِ رحمت و کرم میں پہنچے، میں تڑپ رہا ہوں۔مگر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ پذیرا نہ فرمایا اور امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا اور خود جنگ کے لئے تیار ہوئے، قبائے مصری پہنی اور عمامۂ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سر پر باندھا، سید الشہدا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپر پشت پر رکھی، حضرت حیدرِ کرّار کی ذوالفقارِ آبدار حمائل کی۔اہلِ خیمہ نے اس منظر کو کس آنکھوں سے دیکھا ہوگا، امام میدان جانے کیلئے گھوڑے پر سوار ہوئے۔اس وقت اہل بیت کی بے کسی انتہا کو پہنچتی ہے اور اُن کا سردار اُن سے طویل عرصہ کیلئے جدا ہوتا ہے، ناز پروردوں کے سروں سے شفقت پدری کا سایہ اٹھنے والا ہے، نونہالانِ اہل بیت علیہم الرضوان کے گرد یتیمی منڈلائی پھر رہی ہے، ازواج سے سہاگ رخصت ہورہا ہے، دکھے ہوئے اور مجروح دل امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جدائی سے کٹ رہے ہیں، بیکس قافلہ حسرت کی نگاہوں سے امام کے چہرۂ دل افروز پر نظر کر رہا ہے، سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ترسی ہوئی آنکھیں پدرِ بزرگوار کا آخری دیدار کر رہی ہیں، آن دو آن میں یہ جلوے ہمیشہ کیلئے رخصت ہونے والے ہیں، اہل خیمہ کے چہروں سے رنگ اڑ گئے ہیں، حسرت و یاس کی تصویریں ساکت کھڑی ہوئی ہیں، نہ کسی کے بدن میں جنبش ہے نہ کسی کی زبان میں تابِ حرکت نورانی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے ہیں اور خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بے وطنی اور بے کسی میں اپنے سروں سے رحمت

وکرم کے سایۂ گُستَر کو رخصت کرر ہا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اہل بیت کو تلقین صبر فرمائی۔ رضائے الٰہی عزوجل پر صابروشا کر رہنے کی ہدایت کی اور سب کو سپر دِ خدا عزوجل کر کے میدان کی طرف رخ کیا، اب نہ قاسم ہیں نہ ابوبکر وعمر نہ عثمان وعون نہ جعفر وعباس علیہم الرضوان جو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میدان جانے سے روکیں اور اپنی جانوں کو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فدا کریں۔ علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آرام کی نیند سو گئے جو حصولِ شہادت کی تمنا میں بے چین تھے۔ تنہا امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور آپ ہی کو اعدا کے مقابل جانا ہے۔

خیمہ سے چلے اور میدان میں پہنچے، حق وصداقت کا روشن آفتاب سرزمینِ شام میں طالع ہوا، امیدِ زندگانی وتمنائے زیست کا گردوغبار اس کے جلوے کو چھپا نہ سکا، حُبِّ دنیا وآسایشِ حیات کی رات کے سیاہ پردے آفتابِ حق کی تجلیوں سے چاک چاک ہوگئے، باطل کی تاریکی اس کی نورانی شعاعوں سے کافور ہوگئی، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرزند راہِ حق میں گھر لٹا کر، کنبہ کٹا کر سربکف موجود ہے۔ ہزار ہا سپہ گرانِ نبرد آزما کا لشکرِ گراں سامنے موجود ہے اور اس کی پیشانیٔ مُصَفّا پر شکن بھی نہیں، دشمن کی فوجیں پہاڑوں کی طرح گھیرے ہوئے ہیں اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں پَرِ کاہ کے برابر بھی ان کا وزن نہیں۔ آپ نے ایک رَجَز پڑھی جو آپ کے ذاتی ونسبی فضائل پر مشتمل تھی اور اس میں شامیوں کو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناخوشی وناراضگی اور ظلم کے انجام سے ڈرایا گیا تھا۔

اس کے بعد آپ نے ایک خطبہ فرمایا اور اس میں حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: ''اے قوم! خدا عزوجل سے ڈرو، جو سب کا مالک ہے جان دینا، جان لینا سب اس کے قدرت

واختیار میں ہے۔ اگر تم خداوندِ عالَم جل جلالہ پر یقین رکھتے اور میرے جد حضرت سید انبیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہو تو ڈرو کہ قیامت کے دن میزانِ عدل قائم ہوگی، اعمال کا حساب کیا جائے گا، میرے والدین محشر میں اپنی آل کے بے گناہ خونوں کا مطالبہ کریں گے۔ حضور سید انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جن کی شفاعت گنہگاروں کی مغفرت کا ذریعہ ہے اور تمام مسلمان جن کی شفاعت کے امیدوار ہیں وہ تم سے میرے اور میرے جاں نثاروں کے خونِ ناحق کا بدلہ چاہیں گے، تم میرے اہل وعیال، اعزہ واطفال، اصحاب وموالی میں سے سَتَّر سے زیادہ کو شہید کر چکے اور اب میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہو، خبردار ہو جاؤ کہ عیشِ دنیا میں پائیداری وقیام نہیں، اگر سلطنت کی طمع میں میرے درپئے آزار ہو تو مجھے موقع دو کہ میں عرب چھوڑ کر دنیا کے کسی اور حصہ میں چلا جاؤں۔ اگر یہ کچھ منظور نہ ہو اور اپنی حرکات سے باز نہ آؤ تو ہم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی پر صابر وشاکر ہیں۔ اَلْحُکْمُ لِلّٰہِ وَرَضِیْنَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ۔" (1)

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ گوہر فشاں سے یہ کلمات سن کر کوفیوں میں سے بہت لوگ رو پڑے، دل سب کے جانتے تھے کہ وہ برسرِ ظلم وجفا ہیں اور حمایتِ باطل کے لئے انہوں نے دارین کی روسیاہی اختیار کی ہے اور یہ بھی سب کو یقین تھا کہ امام مظلوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر ہیں۔ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ایک ایک جنبش دشمنانِ حق کے لئے آخرت کی رسوائی وخواری کا مُوجِب ہے اس لئے بہت سے لوگوں پر اثر ہوا اور ظالمانِ بدباطن نے بھی ایک لمحہ کیلئے اس سے اثر لیا، ان کے بدنوں پر ایک پُھرَیری سی آگئی اور ان کے دلوں پر ایک بجلی سی چمک گئی، لیکن شمر وغیرہ بدسیرت وپلید طبیعت

(1)......روضۃ الشھداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص ۳۴۱-۳۴۴ ملخصاً

رذیل کچھ متأثر نہ ہوئے بلکہ یہ دیکھ کر کہ لشکریوں پر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے، کہنے لگے کہ آپ قصہ کوتاہ کیجئے اور ابن زیاد کے پاس چل کر یزید کی بیعت کر لیجئے تو کوئی آپ سے تعارض نہ کرے گا ورنہ بجز جنگ کے کوئی چارہ نہیں ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انجام معلوم تھا لیکن یہ تقریر اِقامَتِ حُجَّت کیلئے فرمائی تھی کہ انھیں کوئی عذر باقی نہ رہے۔

سید انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ نظر، خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لختِ جگر بے کسی بھوک پیاس کی حالت میں آل واصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مُفارَقت کا زخم دل پر لئے ہوئے گرم ریگستان میں بیس ہزار کے لشکر کے سامنے تشریف فرما ہے، تمام حجتیں قطع کر دی گئیں، اپنے فضائل اور اپنی بے گناہی سے اعداء کو اچھی طرح آگاہ کر دیا اور بار بار بتادیا ہے کہ میں بقصدِ جنگ نہیں آیا اور اس وقت تک ارادۂ جنگ نہیں ہے اب بھی موقع دو تو واپس چلا جاؤں۔ مگر بیس ہزار کی تعداد امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے کس وتنہا دیکھ کر جوشِ بہادری دکھانا چاہتی ہے۔(1)

جب حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطمینان فرمایا کہ سیاہ دلانِ بد باطن کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہا اور وہ کسی طرح خونِ ناحق وظلمِ بے نہایت سے باز آنے والے نہیں تو امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم جو ارادہ رکھتے ہو پورا کرو اور جس کو میرے مقابلہ کے لئے بھیجنا چاہتے ہو بھیجو۔ مشہور بہادر اور یگانہ نبرد آزما جن کو سخت وقت کیلئے محفوظ رکھا گیا تھا میدان میں بھیجے گئے۔ ایک بے حیا ابنِ زہرا کے مقابل تلوار چمکاتا آتا ہے، امامِ تشنہ کام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آبِ تیغ دکھاتا ہے، پیشوائے دین کے سامنے اپنی

1 ……روضة الشهداء (مترجم)، باب نهم، ج۲، ص۳٤٤۔۳٤٥ ملخصاً

بہادری کی ڈینگیں مارتا ہے، غرور وقوت میں سرشار ہے، کثرتِ لشکر اور تنہائی امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نازاں ہے، آتے ہی حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تلوار کھینچتا ہے، ابھی ہاتھ اٹھا ہی تھا کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضرب فرمائی، سرکٹ کر دور جا پڑا اور غرورِ شجاعت خاک میں مل گیا۔ دوسرا بڑھا اور چاہا کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں ہنرمندی کا اظہار کر کے سیاہ دلوں کی جماعت میں سرخروئی حاصل کرے ایک نعرہ مارا اور پکار کر کہنے لگا کہ بہادرانِ کوہ شکن شام وعراق میں میری بہادری کا غُلغُلَہ ہے اور مصر وروم میں، میں شہرۂ آفاق ہوں، دنیا بھر کے بہادر میرا لوہا مانتے ہیں، آج تم میرے زور وقوت کو اور داؤ پیچ کو دیکھو۔ ابن سعد کے لشکری اس متکبر سرکش کی تَعَلِّیوں سے بہت خوش ہوئے اور سب دیکھنے لگے کہ کس طرح امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مقابلہ کرے گا۔ لشکریوں کو یقین تھا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھوک پیاس کی تکلیف حد سے گزر چکی ہے، صدموں نے ضعیف کر دیا ہے ایسے وقت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر غالب آجانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ جب سیاہِ شام کا گستاخ جفاجو، سرکشانہ گھوڑا کوداتا سامنے آیا، حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تو مجھے جانتا نہیں جو میرے مقابل اس دلیری سے آتا ہے، ہوش میں ہو، اس طرح ایک ایک مقابل آیا تو تیغِ خون آشام سے سب کا کام تمام کر دیا جائے گا، حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے کس وکمزور دیکھ کر حوصلہ مندیوں کا اظہار کر رہے ہو، نامردو! میری نظر میں تمہاری کوئی حقیقت نہیں۔

شامی جوان یہ سن کر اور طیش میں آیا اور بجائے جواب کے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تلوار کا وار کیا، حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا وار بچا کر کمر پر تلوار ماری، معلوم ہوتا تھا کھیرا تھا کاٹ ڈالا۔ اہل شام کو اب یہ اطمینان تھا کہ حضرت رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے سوااب اورتو کوئی باقی ہی نہ رہا، کہاں تک نہ تھکیں گے۔ پیاس کی حالت، دھوپ کی تپش مضمحل کرچکی ہے، بہادری کے جوہر دکھانے کا وقت ہے۔ جہاں تک ہو ایک ایک مقابل کیا جائے، کوئی تو کامیاب ہوگا اس طرح نئے نئے دم بدم شیر صولت، پیل پیکر تیغ زن حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل آتے رہے مگر جو سامنے آیا ایک ہی ہاتھ میں اس کا قصہ تمام فرمایا۔ کسی کے سر پر تلوار ماری تو زین تک کاٹ ڈالی، کسی کے حمائلی ہاتھ مارا تو قلمی تراش دیا، خود و مِغْفَر کاٹ ڈالے، جوشن وآئینے قطع کردیئے، کسی کو نیزہ پر اٹھایا اور زمین پر پٹک دیا، کسی کے سینے میں نیزہ مارا اور پار نکال دیا۔

زمینِ کربلا میں بہادرانِ کوفہ کا کھیت بودیا، نامورانِ صف شِکن کے خونوں سے کربلا کے تشنہ ریگستان کو سیراب فرمادیا، نعشوں کے انبار لگ گئے، بڑے بڑے فخرِ روزگار بہادر کام آگئے، لشکر اعداء میں شور برپا ہوگیا کہ جنگ کا یہ انداز رہا تو حیدر کا شیر کوفہ کے زن واطفال کو بیوہ ویتیم بنا کر چھوڑے گا اور اس کی تیغ بے پناہ سے کوئی بہادر جان بچا کر نہ لیجا سکے گا، موقع مت دو اور چاروں طرف سے گھیر کر یکبارگی حملہ کرو۔ فرومائیگان روباہ سیرت حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ سے عاجز آئے اور یہی صورت اختیار کی اور ماہِ چرخِ حقانیت پر جور وجفا کی تاریک گھٹا چھاگئی اور ہزاروں جوان دوڑ پڑے اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھیر لیا اور تلوار برسانی شروع کی اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری کی ستایش ہورہی تھی اور آپ خونخواروں کے اَنْبوہ میں اپنی تیغِ آبدار کے جوہر دکھارہے تھے۔ جس طرف گھوڑا بڑھادیا پَرّے کے پَرّے کاٹ ڈالے۔ دشمن ہیبت زدہ ہوگئے اور حیرت میں آگئے کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حملہ جانِستان سے رہائی کی کوئی صورت نہیں۔ ہزاروں آدمیوں میں گھرے ہوئے ہیں اور

دشمنوں کا سر اس طرح اڑا رہے ہیں جس طرح بادِ خزاں کے جھونکے درختوں سے پتے گراتے ہیں۔ ابن سعد اور اس کے مشیروں کو بہت تشویش ہوئی کہ اکیلے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل ہزاروں کی جماعتیں ہیچ ہیں۔ کوفیوں کی عزت خاک میں مل گئی، تمام نامورانِ کوفہ کی جماعتیں ایک حجازی جوان کے ہاتھ سے جان نہ بچاسکیں۔ تاریخِ عالَم میں ہماری نامردی کا یہ واقعہ اہل کوفہ کو ہمیشہ رسوائے عالَم کرتا رہے گا، کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ تجویز یہ ہوئی کہ دست بدست جنگ میں ہماری ساری فوج بھی اس شیرِ حق سے مقابلہ نہیں کرسکتی، بجز اس کے کوئی صورت نہیں ہے کہ ہر چہار طرف سے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تیروں کا مینہ برسایا جائے اور جب خوب زخمی ہوچکیں تو نیزوں کے حملوں سے تن نازنین کو مجروح کیا جائے۔ تیر اندازوں کی جماعتیں ہر طرف سے گھر آئیں اور امامِ تشنہ کام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گردابِ بلا میں گھیر کر تیر برسانے شروع کر دیئے، گھوڑا اس قدر زخمی ہوگیا کہ اس میں کام کرنے کی قوت نہ رہی ناچار حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جگہ ٹھہرنا پڑا، ہر طرف سے تیر آرہے ہیں اور امام مظلوم کا تنِ ناز پرور نشانہ بنا ہوا ہے، نورانی جسم زخموں سے چکنا چور اور لہولہان ہورہا ہے، بے شرم کوفیوں نے سنگدلی سے محترم مہمان کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ ایک تیر پیشانی اقدس پر لگا یہ پیشانی مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بوسہ گاہ تھی، یہ سیمائے نور حبیب خدا عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آرزومندانِ جمال کا قرارِ دل ہے۔ بے ادبانِ کوفہ نے اس پیشانی مُصَفّا اور اس جبینِ پُر ضِیا کو تیر سے گھائل کیا، حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چکر آگیا اور گھوڑے سے نیچے آئے اب نامردانِ سیاہ باطن نے نیزوں پر رکھ لیا، نورانی پیکر خون میں نہا گیا اور آپ شہید ہوکر زمین پر گر پڑے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ظالمانِ بدکیش نے اسی پر اکتفا نہیں کیا اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصیبتوں کا اسی پر خاتمہ نہیں ہوگیا۔ دشمنانِ ایمان نے سرِ مبارک کو تنِ اقدس سے جدا کرنا چاہا اور نصر ابن خرشہ اس ناپاک ارادہ سے آگے بڑھا مگر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہیبت سے اس کے ہاتھ کانپ گئے اور تلوار چھوٹ پڑی۔ خولی ابن یزید پلید نے یا شبل ابن یزید نے بڑھ کر آپ کے سرِ اقدس کو تنِ مبارک سے جدا کیا۔ (1)

صادق جانباز نے عہدِ وفا پورا کیا اور دین حق پر قائم رہ کر اپنا کنبہ، اپنی جان راہِ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی، سوکھا گلا کاٹا گیا اور کربلا کی زمین سید الشہداء کے خون سے گلزار بنی، سروتن کو خاک میں ملا کر اپنے جد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی حقانیت کی عملی شہادت دی اور ریگستانِ کوفہ کے ورق پر صدق وامانت پر جان قربان کرنے کے نقوش ثبت فرمائے۔ اَعْلَی اللّٰہُ تَعَالٰی مَکَانَہٗ وَاَسْکَنَہٗ بُحْبُوحَۃَ جِنَانِہٖ وَاَمْطَرَ عَلَیْہِ شَآبِیْبَ رَحْمَتِہٖ وَرِضْوَانِہٖ

کربلا کے بیابان میں ظلم و جفا کی آندھی چلی، مصطفائی چمن کے غنچہ وگل بادِ سموم کی نظر ہوگئے، خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لہلہاتا باغ دوپہر میں کاٹ ڈالا گیا، کونین کے متاع بے دینی و بے حمیتی کے سیلاب سے غارت ہوگئے، فرزندانِ آلِ رسول کے سر سے سردار کا سایہ اٹھا، بچے اس غریبُ الوطنی میں یتیم ہوئے، بیبیاں بیوہ ہوئیں، مظلوم بچے اور بے کس بیبیاں گرفتار کئے گئے۔

محرم ۶۱ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کے روز ۵۶ سال ۵ ماہ ۵ دن کی عمر میں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دار ناپائیدار سے رحلت فرمائی اور داعی اجل کو لبیک کہی۔ ابن

(1)...... روضۃ الشہداء (مترجم)، باب نہم، ج۲، ص۳۴۷۔۳۵۶ ملخصاً

زیاد بدنہاد نے سرِ مبارک کوکوفہ کے کوچہ و بازار میں پھروایا اور اس طرح اپنی بے حمیتی و بے حیائی کا اظہار کیا پھر حضرت سید الشہداء اور ان کے تمام جانباز شہدا علیہم الرضوان کے سروں کو اسیرانِ اہلِ بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ شمر ناپاک کی ہمراہی میں یزید کے پاس دمشق بھیجا، یزید نے سرِ مبارک اور اہلِ بیت کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجا اور وہاں حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک آپ کی والدہ ماجدہ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوا۔(1)

اس واقعۂ ہائلہ سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جو رنج پہنچا اور قلب مبارک کو جو صدمہ ہوا اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔ امام احمد و بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ایک روز میں دوپہر کے وقت حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ سنبل معنبر و گیسوئے معطر بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں، دست مبارک میں ایک خون بھرا شیشہ ہے۔ یہ حال دیکھ کر دل بے چین ہوگیا، میں نے عرض کیا: اے آقا! قربانت شوم یہ کیا حال ہے؟ فرمایا حسین اور ان کے رفیقوں علیہم الرضوان کا خون ہے، میں اسے آج صبح سے اٹھاتا رہا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس تاریخ و وقت کو یاد رکھا

---

1 ......الکامل فی التاریخ، سنة احدی و ستین، مقتل آل بنی ابی طالب...الخ، ج٣، ص ٤٤٢
وسیر اعلام النبلاء، ومن صغار الصحابة، الحسین الشهید...الخ، ج٤، ص ٤٢٩
وروضة الشهداء (مترجم)، دسواں باب، فصل اول، ج٢، ص ٣٨٠ـ ٤٤٠ ملخصاً
والبدایة والنهایة، سنة احدی و ستین، فصل فی یوم مقتل الحسین رضی اللّٰه تعالی عنه، ج٥، ص ٧١٢

جب خبر آئی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی وقت شہید کیے گئے۔ (1)

حاکم نے بیہقی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث روایت کی۔ انہوں نے بھی اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ مبارک وریشِ اقدس پر گَرد وغُبار ہے، عرض کیا: جان ما کنیزان نثار تو باد۔ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: ابھی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقتل میں گیا تھا۔ (2)

بیہقی وابونعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے تو آسمان سے خون برسا۔ صبح کو ہمارے مٹکے، گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔ (3)

بیہقی وابونعیم نے زہری سے روایت کی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس روز شہید کئے گئے اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔ (4)

---

1 ......المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبد اللّٰہ بن العباس...الخ، الحدیث:۲۵۵۳، ج۱، ص۶۰۶

2 ......دلائل النبوۃ للبیھقی، جماع ابواب من رأی فی منامہ...الخ، باب ما جاء فی رؤیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام، ج۷، ص۴۸

3 ......دلائل النبوۃ للبیھقی، جماع ابواب اخبار النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالکوائن...الخ، باب ما روی فی اخبارہ بقتل ابن ابنتہ ابی عبد اللّٰہ الحسین...الخ، ج۶، ص۴۷۱ والصواعق المحرقۃ، الباب الحادی عشر فی فضائل اھل البیت...الخ، الفصل الثالث،ص۱۹۴

4 ......دلائل النبوۃ للبیھقی، جماع ابواب اخبار النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالکوائن...الخ، باب ما روی فی اخبارہ بقتل ابن ابنتہ ابی عبد اللّٰہ الحسین...الخ، ج۶، ص۴۷۱

بیہقی نے اُمِ حبان سے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن اندھیرا ہوگیا اور تین روز کامل اندھیرا رہا اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا اور بیت المقدس کے پتھروں کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔(1)

بیہقی نے حمید بن مرہ سے روایت کی کہ یزید کے لشکریوں نے لشکر امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ایک اونٹ پایا اور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے روز اس کو ذبح کیا اور پکایا تو اندراین کی طرح کڑوا ہوگیا اور اس کو کوئی نہ کھا سکا۔(2)

ابونعیم نے سفیان سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو میری دادی نے خبر دی کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن میں نے دیکھا وَرس (کُسُم) راکھ ہوگیا اور گوشت آگ ہوگیا۔(3)

بیہقی نے علی بن مسہر سے روایت کی کہ میں نے اپنی دادی سے سنا وہ کہتی تھیں کہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے زمانہ میں جوان لڑکی تھی، کئی روز آسمان رویا، یعنی آسمان سے خون برسا۔(4) بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ سات روز تک آسمان خون رویا، اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگین ہوگئیں اور جو کپڑا اس سے

---

1 ......البداية والنهاية، سنة احدى وستين، فصل فى يوم مقتل الحسين رضى الله عنه، ج٥، ص ٧١٠ ملتقطاً

2 ......دلائل النبوة للبيهقى، جماع ابواب اخبار النبى صلى الله عليه وسلم بالكوائن...الخ، باب ما روى فى اخباره بقتل ابن ابنته ابى عبد الله الحسين...الخ، ج٦، ص ٤٧٢

3 ......دلائل النبوة للبيهقى، جماع ابواب اخبار النبى صلى الله عليه وسلم بالكوائن...الخ، باب ما روى فى اخباره بقتل ابن ابنته ابى عبد الله الحسين...الخ، ج٦، ص ٤٧٢

4 ......دلائل النبوة للبيهقى، جماع ابواب اخبار النبى صلى الله عليه وسلم بالكوائن...الخ، باب ما روى فى اخباره بقتل ابن ابنته ابى عبد الله الحسين...الخ، ج٦، ص ٤٧٢

رنگین ہوا اس کی سرخی پرزے پرزے ہونے تک نہ گئی۔ (1)

ابونعیم نے حبیب بن ابی ثابت سے روایت کی کہ میں نے جنوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اس طرح نوحہ خوانی کرتے سنا:

مَسَحَ النَّبِیُّ جَبِیْنَہٗ ، فَلَہٗ بَرِیْقٌ فِی الْخُدُوْدِ
اس جبین کو نبی نے چوما تھا ، ہے وہی نور اس کے چہرہ پر
اَبَوَاہُ مِنْ عُلْیَاءِ قُرَیْشٍ ، جَدُّہٗ خَیْرُ الْجُدُوْدِ (2)
اس کے ماں باپ برترین قریش ، اس کے نانا جہان سے بہتر

ابونعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد سے سوائے آج کبھی جنوں کو نوحہ کرتے اور روتے نہ سنا تھا مگر آج سنا تو میں نے جانا کہ میرا فرزند حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ شہید ہو گیا، میں نے اپنی لونڈی کو باہر بھیج کر خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ شہید ہو گئے جن اس نوحہ کے ساتھ زاری کرتے تھے:

اَلَا یَاعَیْنُ فَاحْتَفِلِیْ بِجُھْدٍ ، وَمَنْ یَبْکِیْ عَلَی الشُّھَدَاءِ بَعْدِیْ
ہو سکے جتنا رولے تو اے چشم! ، کون روئے گا پھر شہیدوں کو
عَلٰی رَھْطٍ تَقُوْدُھُمُ الْمَنَایَا ، اِلٰی مُتَجَبِّرٍ فِیْ مُلْکِ عَھْدِیْ (3)
پاس ظالم کے کھینچ کر لائی ، موت ان بیکسوں غریبوں کو

---

1 ......الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر فی فضائل اھل البیت...الخ، الفصل الثالث، ص١٩٤

2 ......معرفة الصحابة، باب الحاء، ٥٦١۔من اسمه ابو عبد اللّٰه الحسین بن علی ...الخ، الحدیث:١٨٠٣، ج٢، ص١٣

3 ......مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب مناقب الحسین بن علی، الحدیث:١٥١٨١، ج٩، ص٣٢١

ابن عساکر نے منہال بن عمرو سے روایت کی وہ کہتے ہیں: واللہ! میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب سر مبارک امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کولوگ نیزے پر لئے جاتے تھے اس وقت میں دمشق میں تھا، سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورۂ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا:

اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَ الرَّقِيۡمِ ۙ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۝ (1) اصحاب کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے عجب تھے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے سر مبارک کو گویائی دی، بزبان فصیح فرمایا: اَعۡجَبُ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡكَهۡفِ قَتۡلِیۡ وَ حَمۡلِیۡ۔ (2) ''اصحاب کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔'' اور در حقیقت بات یہی ہے کیونکہ اصحاب کہف پر کافروں نے ظلم کیا تھا اور حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انکے جد کی امت نے مہمان بنا کر بلایا، پھر بے وفائی سے پانی تک بند کر دیا، آل واصحاب کو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے شہید کیا، پھر خود حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا، اہل بیت علیہم الرضوان کو اسیر کیا، سر مبارک شہر شہر پھرایا۔ اصحاب کہف سالہا سال کی طویل خواب کے بعد بولے، یہ ضرور عجیب ہے مگر سرِ مبارک کا تن سے جدا ہونے کے بعد کلام فرمانا اس سے عجیب تر ہے۔

ابو نعیم نے بطریق ابن لہیعہ، ابی قبیل سے روایت کی کہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب بدنصیب کوفی سرِ مبارک کو لے کر چلے اور پہلی منزل میں ایک پڑاؤ پر بیٹھ کر شربت خرما پینے لگے اس وقت ایک لوہے کا قلم نمودار ہوا اس نے خون سے

(1) ......ترجمۂ کنز الایمان: کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ (پ ۱۵، الکہف:۹)

(2) ......فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، باب حرف الهمزة، ج ۱، ص ۲٦٥

یہ شعر لکھا۔

اَ تَرْجُو اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْنًا شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ (1)

یہ بھی منقول ہے کہ ایک منزل میں جب اس قافلہ نے قیام کیا وہاں ایک دَیْر تھا۔ دیر کے راہب نے ان لوگوں کو اسّی ہزار درہم دے کر سرِ مبارک کو ایک شب اپنے پاس رکھا۔ غسل دیا، عطر لگایا، ادب و تعظیم کے ساتھ تمام شب زیارت کرتا اور روتا رہا اور رحمتِ الٰہی عزوجل کے جو انوار سرِ مبارک پر نازل ہو رہے تھے ان کا مشاہدہ کرتا رہا حتیٰ کہ یہی اس کے اسلام کا باعث ہوا۔ اشقیا نے جب دراہم تقسیم کرنے کے لیے تھیلیوں کو کھولا تو دیکھا سب میں ٹھیکریاں بھری ہوئیں ہیں اور ان کے ایک طرف لکھا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ط (2) خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ جانو۔

اور دوسری طرف یہ آیت مکتوب ہے:

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ o (3) اور ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ بیٹھے ہیں (4)

غرض زمین و آسمان میں ایک ماتم برپا تھا۔ تمام دنیا رنج و غم میں گرفتار تھی، شہادتِ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دن آفتاب کو گرہن لگا، ایسی تاریکی ہوئی کہ دوپہر میں تارے نظر آنے لگے، آسمان رویا، زمین روئی، ہوا میں جنات نے نوحہ خوانی کی، راہب

---

1 ......المعجم الکبیر للطبرانی، مسند الحسین بن علی...الخ، الحدیث: ۲۸۷۳، ج۳، ص۱۲۳

2 ...... ترجمۂ کنز الایمان: اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا ظالموں کے کام سے۔ (پ۱۳، ابرٰھیم: ۴۲)

3 ...... ترجمۂ کنز الایمان: اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (پ۱۹، الشعرآء: ۲۲۷)

4 ......الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر فی فضائل اھل البیت...الخ، الفصل الثالث، ص۱۹۹

تک اس حادثہ قیامت نما سے کانپ گئے اور رو پڑے۔ فرزندِ رسول، جگر گوشۂ بتول، سردارِ قریش امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرِ مبارک ابن زیاد متکبر کے سامنے تشت میں رکھا جائے اور وہ فرعون کی طرح مسند تکبر پر بیٹھے، اہل بیت علیہم الرضوان اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھیں، ان کے دلوں کا کیا حال ہوا ہوگا۔ پھر سر مبارک اور تمام شہداء کے سروں کو شہر شہر نیزوں پر پھرایا جائے اور وہ یزید پلید کے سامنے لاکر اسی طرح رکھے جائیں اور وہ خوش ہو، اس کو کون برداشت کرسکتا ہے۔ یزید کی رعایا بھی بگڑ گئی اور ان سے یہ نہ دیکھا گیا، اس پر اس نابکار نے اظہارِ ندامت کیا مگر یہ ندامت اپنی جماعت کو قبضہ میں رکھنے کیلئے تھی، دل تو اس ناپاک کا اہلِ بیت کرام کے عناد سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور آپ نے اور آپ کے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبر ورضا کا وہ امتحان دیا جو دنیا کو حیرت میں ڈالتا ہے۔ راہِ حق میں وہ مصیبتیں اٹھائیں جن کے تصور سے دل کانپ جاتا ہے۔ یہ کمال شہادت وجانبازی ہے اور اس میں امتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے حق وصداقت پر استقامت واستقلال کی بہترین تعلیم ہے۔(1)

واقعاتِ بعدِ شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود مبارک یزید کی بے قیدیوں کیلئے ایک زبردست محتسب تھا، وہ جانتا تھا کہ آپ کے زمانۂ مبارک میں اس کو بے مُہاری کا موقع میسر نہ آوے گا اور اس کی کسی کجَ رَوی اور گمراہی پر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبر نہ فرمائیں گے، اس کو نظر آتا تھا کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے دیندار کا تازیانۂ تعزیر ہر وقت اس کے سر

(1)......الصواعق المحرقة، الباب الحادی عشر فی فضائل اهل البیت...الخ، الفصل الثالث، ص ۱۹۰۔۲۰۸ ملخصاً

پر گھوم رہا ہے اسی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان کا دشمن تھا اور اسی لیے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس کیلئے باعث مسرت ہوئی۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایہ اٹھنا تھا، یزید کھُل کھیلا اور انواع واقسام کے معاصی کی گرم بازاری ہوگئی۔ زنا، لواطت، حرام کاری، بھائی بہن کا بیاہ، سود، شراب، دھڑلّے سے رائج ہوئے، نمازوں کی پابندی اٹھ گئی، تمرُّد وسرکشی انتہا کو پہنچی، شَیْطَنَت نے یہاں تک زور کیا کہ مسلم ابن عقبہ کو بارہ ہزار یا بیس ہزار کا لشکر گراں لے کر مدینہ طیبہ کی چڑھائی کیلئے بھیجا۔ یہ ۶۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس نامراد لشکر نے مدینۂ طیبہ میں وہ طوفان برپا کیا کہ العظمۃ للّٰہ، قتل، غارت اور طرح طرح کے مظالم ہمسائیگانِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم پر کیے۔ وہاں کے ساکنین کے گھر لوٹ لیے، سات سو صحابہ علیہم الرضوان کو شہید کیا اور دوسرے عام باشندے ملا کر دس ہزار سے زیادہ کو شہید کیا، لڑکوں کو قید کرلیا، ایسی ایسی بدتمیزیاں کیں جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے۔ مسجد نبوی شریف کے ستونوں میں گھوڑے باندھے، تین دن تک مسجد شریف میں لوگ نماز سے مشرف نہ ہوسکے۔ صرف حضرت سعید ابن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجنوں بن کر وہاں حاضر رہے۔ حضرت عبداللہ ابن حنظلہ ابنِ غَسِیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یزیدیوں کے ناشائستہ حرکات اس حد پر پہنچے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ان کی بدکاریوں کی وجہ سے کہیں آسمان سے پتھر نہ برسیں۔ پھر یہ لشکرِ شرارت اثر مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا، راستہ میں امیرِ لشکر مر گیا اور دوسرا شخص اس کا قائم مقام کیا گیا۔ مکہ معظّمہ پہنچ کر ان بے دینوں نے مَنْجَنِیق سے سنگ باری کی (منجنیق پتھر پھینکنے کا آلہ ہوتا ہے جس سے پتھر پھینک کر مارا جاتا ہے اس کی زد بڑی زبردست اور دور کی مار ہوتی ہے) اس سنگ باری سے حرم شریف کا صحن مبارک پتھروں سے بھر گیا اور مسجدِ

حرام کے ستون ٹوٹ پڑے اور کعبہ مقدسہ کے غلاف شریف اور چھت کو ان بے دینوں نے جلا دیا۔ اسی چھت میں اُس دنبہ کے سینگ بھی تبرک کے طور پر محفوظ تھے جو سیدنا حضرت اسمٰعیل علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فدیہ میں قربانی کیا گیا تھا وہ بھی جل گئے کعبہ مقدسہ کئی روز تک بے لباس رہا اور وہاں کے باشندے سخت مصیبت میں مبتلا رہے۔ (1)

آخر کار یزید پلید کو اللہ تعالٰی نے ہلاک فرمایا اور وہ بدنصیب تین برس سات مہینے تختِ حکومت پر شَیطَنَت کرکے ۱۵ ربیع الاول ۶۴ھ کو جس روز اس پلید کے حکم سے کعبۂ معظّمہ کی بے حرمتی ہوئی تھی، شہر حمص ملک شام میں انتالیس برس کی عمر میں ہلاک ہوا۔ ہنوز قتال جاری تھا کہ یزید ناپاک کی ہلاکت کی خبر پہنچی، حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ندا فرمائی کہ اہل شام! تمہارا طاغوت ہلاک ہوگیا۔ یہ سن کر وہ لوگ ذلیل و خوار ہوئے اور لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور وہ گروہِ ناحق پژوہ خائب و خاسر ہوا۔ اہل مکہ کو ان کے شر سے نجات ملی۔ اہل حجاز، یمن و عراق و خراسان نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اہل مصر و شام نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر ربیع الاول ۶۴ھ میں۔ یہ معاویہ اگرچہ یزید پلید کی اولاد سے تھا مگر آدمی نیک اور صالح تھا، باپ کے ناپاک افعال کو برا جانتا تھا، عِنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے وقت سے تادم مرگ بیمار ہی رہا اور کسی کام کی طرف نظر نہ ڈالی اور چالیس دن یا دو تین ماہ کی حکومت کے بعد اکیس سال کی عمر میں مر گیا۔ آخر وقت میں اس سے کہا گیا کہ کسی کو خلیفہ کرے اس کا جواب اس نے یہ دیا کہ میں نے خلافت میں کوئی حلاوت نہیں پائی تو میں اس تلخی میں

---

1 ......البداية والنهاية ، سنة ثلاث وستين ، سنة اربع وستين ، ترجمة يزيد بن معاوية ، ج٥، ص٧٢٩ـ٧٥٠ ملتقطاً

وتاريخ الخلفاء، يزيد بن معاوية ابو خالد الاموى، ص١٦٦ـ١٦٧ ملتقطاً

کسی دوسرے کو کیوں مبتلا کروں۔(1)

معاویہ بن یزید کے انتقال کے بعد اہل مصر و شام نے بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو شام و مصر پر قبضہ حاصل ہوا۔ ٦٥ھ میں اس کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک اس کا قائم مقام ہوا۔ عبدالملک کے عہد میں مختار بن عبید ثقفی نے عمر بن سعد کو بلایا، ابن سعد کا بیٹا حفص حاضر ہوا۔ مختار نے دریافت کیا: تیرا باپ کہاں ہے؟ کہنے لگا کہ وہ خلوت نشین ہو گیا ہے، گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اس پر مختار نے کہا کہ اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے جس کی چاہت میں فرزندِ رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے وفائی کی تھی، اب کیوں اس سے دست بردار ہو کر گھر میں بیٹھا ہے۔ حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہادت کے روز کیوں خانہ نشین نہ ہوا۔ اس کے بعد مختار نے ابن سعد اور اس کے بیٹے اور شمر ناپاک کی گردن مارنے کا حکم دیا اور ان سب کے سر کٹوا کر حضرت محمد بن حنفیہ برادر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیئے اور شمر کی لاش کو گھوڑوں کے سُمُوں سے روندوا دیا جس سے اس کے سینہ اور پسلی کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔ شمر حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں میں سے ہے اور ابن سعد اس لشکر کا قافلہ سالار و کماندار تھا جس نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مظالم کے طوفان توڑے آج ان ظالمانِ ستم شعار و مغرورانِ نابکار کے سر تن سے جدا کر کے دشت بدشت پھرائے جا رہے ہیں اور دنیا میں کوئی ان کی بیکسی پر افسوس کرنے والا نہیں۔ ہر شخص ملامت کرتا ہے اور نظرِ حقارت سے دیکھتا ہے اور ان کی اس ذلت و رسوائی کی موت پر خوش

(1)......تاریخ الطبری، سنة اربع وستین، ذکر خبر وفاة یزید بن معاویة، خلافة معاویة بن یزید، ج٤، ص٨٧۔٩٠

وتاریخ الخلفاء، یزید بن معاویة ابو خالد الاموی، ص١٦٧۔١٦٨ ملتقطاً

ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے مختار کے اس کارنامہ پر اظہار فرح کیا اور اس کو دشمنانِ امام سے بدلہ لینے پر مبارکباد دی۔[1]

اے ابن سعد! رے کی حکومت تو کیا ملی ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
اے شمر نابکار! شہیدوں کے خون کی کیسی سزا تجھے ابھی اے ناسزا ملی
اے تشنگانِ خونِ جوانانِ اہلِ بیت دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا کیئے گھورے پہ بھی نہ گور کو تمہاری جا ملی
رسوائے خلق ہوگئے برباد ہوگئے مردودو! تم کو ذلتِ ہر دو سرا ملی
تم نے اُجاڑا حضرتِ زہرا کا بوستاں تم خود اُجڑ گئے تمہیں یہ بد دعا ملی
دنیا پرستو! دین سے منہ موڑ کر تمہیں دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی
آخر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے سر کٹ گئے اماں نہ تمہیں اک ذرا ملی

پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دم سزا ملی

اس کے بعد مختار نے ایک حکمِ عام دیا کہ کربلا میں جو جو شخص عمر بن سعد کا شریک تھا وہ جہاں پایا جائے مار ڈالا جائے۔ یہ حکم سن کر کوفہ کے جفا شعار سورما بصرہ بھاگنا شروع ہوئے، مختار کے لشکر نے ان کا تعاقب کیا جس کو جہاں پایا ختم کر دیا، لاشیں جلا ڈالیں، گھر لوٹ لیے۔ خولی بن یزید وہ خبیث ہے جس نے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سرِ مبارک تنِ اقدس سے جدا کیا تھا، یہ روسیاہ بھی گرفتار کر کے مختار کے

---

1 ......تاریخ الخلفاء، عبد اللہ بن الزبیر، ص ۱۶۹
والکامل فی التاریخ، سنة ست وستین، ج ٤، ص ٢٧ـ ٤٩ ملخصاً

پاس لایا گیا۔مختار نے پہلے اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوائے پھر سولی چڑھایا،آخر آگ میں جھونک دیا۔اس طرح لشکرِ ابن سعد کے تمام اشرار کو طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کیا۔ چھ ہزار کوفی جو حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قتل میں شریک تھے ان کو مختار نے طرح طرح کے عذابوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔(1)

ابن زیاد کی ہلاکت

عبید اللہ ابن زیاد، یزید کی طرف سے کوفہ کا والی (گورنر) کیا گیا تھا۔اسی بدنہاد کے حکم سے حضرت امام اور آپ کے اہل بیت علیہم الرضوان کو یہ تمام ایذائیں پہنچائی گئیں، یہی ابن زیاد موصل میں تیس ہزار فوج کے ساتھ اترا۔مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو اس کے مقابلہ کیلئے ایک فوج کو لے کر بھیجا موصل سے پندرہ کوس کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا اور صبح سے شام تک خوب جنگ رہی۔ جب دن ختم ہونے والا تھا اور آفتاب قریب غروب تھا اس وقت ابراہیم کی فوج غالب آئی،ابن زیاد کو شکست ہوئی،اس کے ہمراہی بھاگے۔ابراہیم نے حکم دیا کہ فوجِ مخالف میں سے جو ہاتھ آئے اس کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔چنانچہ بہت سے ہلاک کیے گئے۔اسی ہنگامہ میں ابن زیاد بھی فرات کے کنارے محرم کی دسویں تاریخ ٦٧ھ میں مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر ابراہیم کے پاس بھیجا گیا،ابراہیم نے مختار کے پاس کوفہ میں بھجوایا،مختار نے دار الامارت کوفہ کو آراستہ کیا اور اہل کوفہ کو جمع کر کے ابن زیاد کا سر ناپاک اسی جگہ رکھوایا جس جگہ اس مغرورِ حکومت و بندۂ دنیا نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سرِ مبارک رکھا تھا۔مختار نے اہل کوفہ کو خطاب کر کے کہا کہ اے اہل کوفہ! دیکھ لو کہ حضرت امام حسین

1 ......الکامل فی التاریخ، سنة ست وستین، ج٤، ص٢٧ـ٤٩ ملخصاً

رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خونِ ناحق نے ابن زیاد کو نہ چھوڑا، آج اس نامراد کا سر اس ذلت ورسوائی کے ساتھ یہاں رکھا ہوا ہے، چھ سال ہوئے ہیں وہی تاریخ ہے، وہی جگہ ہے، خداوندِ عالَم نے اس مغرور، فرعون خصال کو ایسی ذلت ورسوائی کے ساتھ ہلاک کیا، اسی کوفہ اور اسی دارالامارت میں اس بے دین کے قتل و ہلاک پر جشن منایا جارہا ہے۔ (1)

ترمذی شریف کی صحیح حدیث میں ہے کہ جس وقت ابن زیاد اور اس کے سرداروں کے سر مختار کے سامنے لاکر رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ نمودار ہوا، اس کی ہیبت سے لوگ ڈر گئے وہ تمام سروں پر پھرا جب عبیداللہ ابن زیاد کے سر کے پاس پہنچا اس کے نتھنے میں گھس گیا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر اس کے منہ سے نکلا، اس طرح تین بار سانپ اس کے سر کے اندر داخل ہوا اور غائب ہوگیا۔ (2)

ابن زیاد، ابن سعد، شمر، قیس ابن اشعث کندی، خولی ابن یزید، سنان بن انس نخعی، عبداللہ بن قیس، یزید بن مالک اور باقی تمام اشقیا جو حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قتل میں شریک تھے اور ساعی تھے طرح طرح کی عقوبتوں سے قتل کیے گئے اور ان کی لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کرائی گئیں۔ (3)

حدیث شریف میں اللہ تبارک وتعالٰی کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ خونِ حضرتِ

---

1 ......الکامل فی التاریخ، سنة سبع و ستین، ذکر مقتل ابن زیاد، ج٤، ص٦٠۔٦٢ ملخصاً
والبدایة والنھایة، سنة سبع وستین، وترجمة ابن زیاد، ج٦، ص٣٧۔٤٣ ملخصاً
وروضة الشھداء (مترجم)، دسواں باب، فصل دوم، ج٢، ص٤٥٧

2 ......سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن...الخ، الحدیث:٣٨٠٥، ج٥، ص٤٣١

3 ......روضة الشھداء (مترجم)، دسواں باب، فصل دوم، ج٢، ص٤٥٥ ماخوذاً

امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بدلے ستر ہزار شقی مارے جائیں گے۔ [1] وہ پورا ہوا، دنیا پرستارانِ سیاہ باطن اور مغرورانِ تاریک دروں کیا امیدیں باندھ رہے تھے اور حضرت امام علٰی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت سے ان دشمنانِ حق کو کیسی کچھ توقعات تھیں۔ لشکریوں کو گراں قدر انعاموں کے وعدے دیئے گئے تھے، سرداروں کو عہدے اور حکومت کا لالچ دیا گیا تھا، یزید اور ابن زیاد وغیرہ کے دماغوں میں جہانگیر سلطنت کے نقشے کھنچے ہوئے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ فقط امام رضی اللہ تعالٰی عنہ ہی کا وجود ہمارے لیے عیشِ دنیا سے مانع ہے، یہ نہ ہوں تو تمام کرۂ زمین پر یزیدیوں کی سلطنت ہو جائے اور ہزاروں برس کے لئے ان کی حکومت کا جھنڈا اگڑ جائے مگر ظلم کے انجام اور قہرِ الٰہی عزوجل کی تباہ کن بجلیوں اور درد رسیدگانِ اہل بیت کی جہاں برہم کُن آہوں کی تاثیرات سے بے خبر تھے۔ انھیں نہیں معلوم تھا کہ خونِ شہداء رنگ لائے گا اور سلطنت کے پرزے اڑ جائیں گے، ایک ایک شخص جو قتلِ حضرتِ امام رضی اللہ تعالٰی عنہ میں شریک ہوا ہے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوگا، وہی فرات کا کنارہ ہوگا، وہی عاشورہ کا دن، وہی ظالموں کی قوم ہوگی اور مختار کے گھوڑے انھیں روندتے ہوں گے، ان کی جماعتوں کی کثرت ان کے کام نہ آئے گی، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے، گھر لوٹے جائیں گے، سولیاں دی جائیں گی، لاشیں سڑیں گی، دنیا میں ہر شخص تُف تُف کرے گا، اس ہلاکت پر خوشی منائی جائے گی، معرکہ جنگ میں اگرچہ ان کی تعداد ہزاروں کی ہوگی مگر وہ دل چھوڑ کر ہیجڑوں کی طرح بھاگیں گے اور چوہوں اور کُتّوں کی طرح انھیں جان بچانی مشکل ہوگی، جہاں پائے جائیں

[1] ......المستدرك للحاكم، كتاب تواريخ المتقدمين ...الخ، قصة قتل يحيى عليه السلام، الحديث: ٤٢٠٨، ج٣، ص٤٨٥

گے مار دیئے جائیں گے، دنیا میں قیامت تک ان پر نفرت وملامت کی جائے گی۔

حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت حمایتِ حق کے لئے ہے اس راہ کی تمام تکلیفیں عزت ہیں اور پھر وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ اس خاندان عالی کا بچہ بچہ شیر بن کر میدان میں آیا، مقابل سے اس کی نظر نہ جھپکی، دمِ آخر تک مبارز طلب کرتا رہا اور جب نامردوں کے ہجوم نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا تب بھی اُس کے پائے ثبات واِستِقلال کو لغزش نہ ہوئی، اُس نے میدان سے باگ نہ موڑی نہ حق وصداقت کا دامن ہاتھ سے چھوڑا نہ اپنے دعوے سے دست برداری کی، مردانہ جانبازی کا نام دنیا میں زندہ کر دیا، حق وصداقت کا ناقابل فراموشی درس دیا اور ثابت کر دیا کہ فیوضِ نبوت کے پرتَو سے حقانیت کی تجلیاں اُن پاک باطنوں کے رگ وپے میں ایسی جاگزیں ہوگئی ہیں کہ تیر وتلوار اور تیر وسناں کے ہزارہا گہرے گہرے زخم بھی اُن کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔ آخرت کی زندگی کا دلکش منظر اُن کی چشمِ حق بیں کے سامنے اِس طرح روکش ہے کہ آسایشِ حیاتِ دنیوی کو وہ بے التفاتی کی ٹھوکروں سے ٹھکرا دیتے ہیں۔

حجاج ابن یوسف کے وقت میں جب دوبارہ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ اسیر کئے گئے اور لوہے کی بھاری قید وبند کا بارِ گراں ان کے تنِ نازنین پر ڈالا گیا اور پہرہ دار متعین کر دیئے گئے، زہری علیہ الرحمہ اس حالت کو دیکھ کر رو پڑے اور کہا کہ مجھے تمنا تھی کہ میں آپ کی جگہ ہوتا کہ آپ پر یہ بارِ مصائب دل پر گوارا نہیں ہے۔ اس پر امام زین العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ

کیا تجھے یہ گمان ہے کہ اس قید وبندش سے مجھے کرب وبے چینی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو اس میں سے کچھ بھی نہ رہے مگر اس میں اجر ہے اور تذکُّر ہے

اورعذابِ الٰہی عزوجل کی یاد ہے۔ یہ فرما کر بیڑیوں میں سے پاؤں اور ہتھکڑیوں میں سے ہاتھ نکال دیئے۔ (1)

یہ اختیارات ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کرامۃً انھیں عطا فرمائے گئے اور وہ صبر و رضا ہے کہ اپنے وجود اور آسایشِ وجود، گھر بار، مال و متاع سب سے رضائے الٰہی عزوجل کیلئے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں اور اس میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ظاہری و باطنی برکات سے مسلمانوں کو متمتع اور فیض یاب فرمائے اور ان کی اخلاص مندانہ قربانیوں کی برکت سے اسلام کو ہمیشہ مظفر و منصور رکھے۔ آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَعِتْرَتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

تَمَّتْ بِالْخَيْر

1 ......المنتظم، سنة اربع وتسعين، ٥٣٠ـعلى بن الحسين...الخ، ج٦، ص ٣٣٠

یاد داشت

دورانِ مطالعہ ضرورتاً انڈر لائن کیجئے، اشارات لکھ کر صفحہ نمبر نوٹ فرما لیجئے، ان شاءاللہ عزوجل علم میں ترقّی ہوگی۔

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

مآخذ و مراجع

مطبوعہ	مصنف	نام کتاب
برکات رضا ھند	کلام باری تعالٰی	قرآن مجید
برکات رضا ھند	اعلٰی حضرت امام احمد رضا بن نقی علی خان ۱۳۴۰ھ	ترجمۂ قرآن کنز الایمان
دار الفکر بیروت	امام ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبی ۶۷۱ھ	الجامع لاحکام القرآن
دار الکتب العلمیة بیروت	امام ابوعبد اللّٰہ محمد بن اسماعیل بخاری۲۵۶ھ	صحیح البخاری
دار ابن حزم بیروت	امام ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری ۲۶۱ھ	صحیح مسلم
دار الفکر بیروت	امام ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی۲۷۹ھ	سنن الترمذی
دار المعرفة بیروت	امام ابو عبد اللّٰہ محمد بن یزید ابن ماجه۲۷۳ھ	سنن ابن ماجه
دار المعرفة بیروت	امام محمد بن عبد اللّٰہ الحاکم النیشاپوری ۴۰۵ھ	المستدرک
مکتبة العلوم و الحکم المدینة المنورة	امام ابو بکر احمد بن عمرو البزار ۲۹۲ھ	البحر الزخار
دار الکتب العلمیة بیروت	امام ابو بکر احمد بن الحسین البیهقی۴۵۸ھ	شعب الایمان
دار احیاء التراث العربی	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ۳۶۰ھ	المعجم الکبیر
دار الفکر بیروت	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ۳۶۰ھ	المعجم الاوسط
دار الفکر بیروت	امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ	المسند
دار الکتب العلمیة بیروت	امام ابو یعلی احمد بن علی الموصلی۳۰۷ھ	المسند
دار الکتب العلمیة بیروت	امام محمد بن عبد اللّٰہ الخطیب التبریزی ۷۴۲ھ	مشکاة المصابیح
دار الفکر بیروت	امام نور الدین علی بن ابی بکر۸۰۷ھ	مجمع الزوائد
دار الکتب العلمیة بیروت	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللّٰہ اصبهانی ۴۳۰ھ	حلیة الاولیاء
دار الکتب العلمیة بیروت	امام جلال الدین عبد الرحمان بن ابی بکر السیوطی ۹۱۱ھ	اللآلی المصنوعة

مرقاۃ المفاتیح	امام نور الدین علی بن سلطان(القاری)۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت
الاکمال	امام محمد بن عبد اللّٰہ الخطیب التبریزی ۷۴۲ھ	باب المدینہ کراچی
سیر اعلام النبلاء	امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی۷۴۸ھ	دار الفکر بیروت
فضائل الصحابة	امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ	المکتبة الالفیة
تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین عبد الرحمان بن ابی بکر السیوطی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
البدایة والنھایة	امام ابو الفداء اسماعیل بن عمرابن کثیر ۷۷۴ھ	دار الفکر بیروت
معرفة الصحابة	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللّٰہ ۴۳۰ھ	دار الکتب العلمیة بیروت
الریاض النضرة	امام احمد بن عبد اللّٰہ الطبری۶۹۴ھ	دار الکتب العلمیة بیروت
المنتظم	امام ابوالفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد ابن الجوزی۵۹۷ھ	دار الکتب العلمیة بیروت
اسد الغابة	امام ابو الحسن علی بن محمد الجزری۶۳۰ھ	دار احیاء التراث العربی
دلائل النبوة	امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیة بیروت
دلائل النبوة	امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبھانی۴۳۰ھ	المکتبة الشاملة
تاریخ الطبری	امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری۳۱۰ھ	دار ابن کثیر بیروت
تاریخ دمشق	ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر ۵۷۱ھ	المکتبة الشاملة
الکامل فی التاریخ	امام ابوالحسن علی بن محمد۶۳۰ھ	دار الکتب العلمیة بیروت
روضة الشھداء	امام حسین بن علی الکاشفی الواعظ۹۱۰ھ	چشتی کتب خانہ فیصل آباد
قوت القلوب	امام ابو طالب محمد بن علی المکی۳۸۶ھ	مرکز اہل السنة الھند
الصواعق المحرقة	امام احمد بن حجر الھیتمی المکی ۹۷۴ھ	مدینة الاولیاء (ملتان)
احیاء علوم الدین	امام ابو حامد محمد بن محمد الشافعی الغزالی۵۰۵ھ	دار صادر بیروت
معجم البلدان	امام ابوعبد اللّٰہ یاقوت بن عبد اللّٰہ۶۲۶ھ	دار احیاء التراث العربی